سلسلۂ دار المصنفین،

(نمبر ۵۵)

ہندوستان کی کہانی

یعنی

ہندوستان کی مختصر تاریخ آسان زبان میں ابتدائی مدرسوں کے بچوں کیلئے

از

عبد السلام قدوائی ندوی

(مطبوعہ)

معارف پریس اعظم گڑھ

طبع ششم — (مکتبۂ اقبال احمد) — سنہ ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵

فہرست مضامین

ہندوستان کی کہانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہندوستان کی کہانی

ہندوستان کی تاریخ کا یہ چھوٹا سا رسالہ نہایت آسان اور سہل زبان میں لکھا گیا ہے تاکہ ہمارے مکتبوں اور ابتدائی مدرسوں کے بچے اس کو آسانی سے پڑھ اور سمجھ سکیں،

ضرورت ہے کہ یہ رسالہ چھوٹے بچوں کے نصاب میں شامل کیا جائے تاکہ ان کو معلوم ہو کہ وہ کون تھے، اور اب کیا ہیں،

ہندوستان کی تاریخوں نے ہندوستان میں رہنے والی قوموں کو پچاس ساٹھ برس آپس میں لڑایا ہے، اب ضرورت کا تقاضا ہے کہ اس رسالہ سے لڑائی کے بجائے صلح و آشتی کا کام لیا جائے

مولوی عبد السلام صاحب قدوائی ندوی کے ہم مشکور ہیں کہ انھوں

نے ہمارے فرمائش سے "ہماری بادشاہی" کے نام سے اسلامی تاریخ لکھنے کے بعد
اپنے وطن کی یہ مختصر تاریخ لکھی، اور وقت کی حاجت پوری کی،

سید سلیمان ندوی
ناظم دار المصنفین - اعظم گڈھ،
۲۸ر اپریل ۱۹۳۸ء
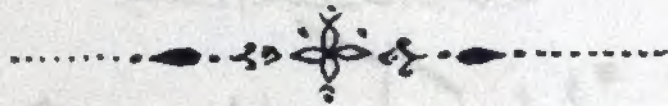
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پرانی تاریخ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

جہاں ہم سب رہتے سہتے ہیں، یہ ہندوستان کہلاتا ہے، یہ ملک کشمیر سے راس کماری تک اور پنجاب سے آسام تک لاکھوں مربع میل کے رقبہ میں پھیلا ہوا ہے، یہ بہت پرانا ملک ہے، ہزاروں برس سے یہاں آبادی ہے، بہت پہلے کے حالات تو اچھی طرح نہیں معلوم، البتہ اِدھر اُدھر کی کھوج سے پتہ چلتا ہے، کہ شروع شروع میں یہاں لوگ پتوں سے بدن ڈھانکتے تھے، پہاڑ کے غاروں یا درخت کے چھاؤں میں زندگی بسر کرتے تھے، کبھی کبھی پتھر کے ہتھیاروں سے جانوروں کا شکار کر لیتے تھے، اسی سے اپنا پیٹ بھرتے تھے، آگے چل کر دوسری دھاتوں کا پتہ چلا، مٹی کے برتن بننے لگے، اور گھر بار کی

بنیاد پڑی، جب ذرا آبادی بڑھی تو باہر کے لوگ بھی آنے لگے،

اُس زمانے کے حالات اچھی طرح لکھے تو ملتے نہیں، ویسے ہی لوگوں کا اندازہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سے چار ہزار برس پہلے یعنی اب سے تقریباً ساڑھے چھ ہزار برس پہلے آریا قوم کے لوگ آئے اور لڑ جھگڑ کر سارے ملک پر چھا گئے، ان لوگوں نے یہاں کھیتی باڑی کے کام کو آگے بڑھایا، دوسرے دھندے شروع ہوئے، اور گاؤں آباد ہونے لگے، اسی زمانہ میں وید لکھے گئے جو آج تک موجود ہیں، آگے چل کر ان لوگوں نے بڑی بڑی بادشاہتیں قائم کیں، جن میں اجودھیا کے راجہ رام چندر اور اندرپرست کے کورو پانڈو کا نام بہت مشہور ہے، رامائن اور مہابھارت میں ان کے حالات بڑے زور اور پھیلاؤ سے بیان کئے گئے ہیں لیکن تاریخ سے زیادہ ان پر قصے کہانی کا رنگ چھا گیا ہے،

ان قصوں کے سینکڑوں برس بعد ہندوستان کی طرف اور لوگ بھی بڑھے، سکندر کا نام تو تم نے سنا ہوگا، حضرت عیسیٰؑ سے تین سو چھبیس برس پہلے اس نے ہندوستان پر چڑھائی کی، پنجاب کے راجہ پورس نے مقابلہ کیا، مگر شکست کھائی، سکندر آگے بڑھنا چاہتا تھا، مگر اس کے سپاہیوں نے جواب دیدیا، مجبوراً واپس ہوا اور بابل پہنچکر مر گیا،

سکندر کے بعد یہاں موریا خاندان کا زور ہوا، پاٹلی پتر (پٹنہ) میں چندر گپت اور اس کی اولاد نے مدتوں تک بڑے طنطنے کی حکومت کی، اس خاندان کے راجہ اشوک نے بڑا نام پیدا کیا، کابل سے بنگال اور کشمیر سے دکن تک اس کا

ڈنکا بجا تھا، اشوک نے بدھ مذہب کی بڑی خدمت کی، اور بہت دور دور تک اسے پھیلایا، اشوک کے حکم آج تک پتھر کی لاٹوں پر کھدے ہوئے ہندوستان کے بہت سے مقامات پر پائے جاتے ہیں،

اشوک کے بعد یہ خاندان کمزور ہوتا گیا، آخر حضرت عیسیٰؑ سے ۱۸۵ برس پہلے بالکل ختم ہو گیا، اور وزیر پشی متر اور اس کی اولاد کا راج شروع ہوا، اس کے بعد کانو اور اندھرا کی حکومت رہی، پھر یونانیوں اور تاتاریوں کا حملہ ہوا، آخر ۵۰ء میں کشن (کشان) خاندان کے ہاتھ میں حکومت آئی، اس خاندان میں راجہ کنشک نے بڑا نام پایا، پرشپ پور (پشاور) اس کی راجدھانی تھی، یہ بھی بدھ مذہب کا بڑا معتقد تھا،

اس کے بعد پھر چھوٹے راجاؤں کا زور زیادہ ہو گیا، اور آپس میں ملک بانٹ لیا گیا، آخر ۳۲۰ء کے قریب پاٹلی پتر میں ایک نئے گپت خاندان کا زور ہوا، راجہ بکرماجیت کا نام تو تم نے بہت سنا ہو گا وہ اسی خاندان کا تیسرا بادشاہ تھا ۳۷۵ء سے ۴۱۳ء تک اس نے بڑے رعب داب سے حکومت کی سنسکرت کا مشہور شاعر کالیداس اسی زمانہ میں تھا، سو سوا سو برس کے بعد یہ خاندان بھی ختم ہو گیا، اس کے بعد ہن قوم کا دھاوا ہوا، آخر ۶۰۶ء میں راجہ ہرش تخت پر بیٹھا، اور ایک بار پھر اشوک کی یاد تازہ ہو گئی، چالیس برس کی مضبوط اور شاندار حکومت کے بعد ۶۴۷ء میں ہرش مر گیا، اور اور تھوڑے ہی دنوں میں سلطنت پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی، راجپوت سرداروں نے الگ الگ حکومتیں قائم کر لیں، پھر ان میں چندر گپت، اشوک، بکرماجیت

یا ہرش کا سا زبردست راجہ پیدا نہ ہوا،
نویں صدی کے شروع میں قنوج کے راجہ بھوج نے کچھ شہرت حاصل کی، مگر
تیس ہی چالیس برس میں یہ قصہ بھی ختم ہو گیا، اور وہی الگ الگ راجہ
آپس میں الجھنے لگے،
یہ لوگ اسی حال میں تھے کہ مسلمانوں کی آمد و رفت ہندوستان کے اُن
شہروں میں جو سمندر کے کنارے تھے، ہونے لگی،

مسلمانوں کا زمانہ

سندھ

ہندوستان اور عرب کے بیچ میں صرف ایک سمندر حائل ہے، اس سمندر میں عرب کے لوگ جہازوں پر بیٹھ کر بیوپار کے لئے ہندوستان کے ساحلی شہروں میں آیا جایا کرتے تھے، سندھ اور گجرات کے دریائی ڈاکو کبھی کبھی ان کے جہازوں کو لوٹ لیا کرتے تھے، جب اسلام کے بعد عربوں کی طاقت بڑھی اور عرب اور عراق میں ان کی سلطنت مضبوط ہو گئی تو انھوں نے ان ڈاکوؤں کی روک تھام ضروری سمجھی، ایران میں بھی انکی حکومت جم چکی تھی، اور ان کی سرحد سندھ پر آکر مل جاتی تھی گو مسلمان عربوں کی تھوڑی تھوڑی ٹکڑیاں ۱۵ھ ۶۳۶ء میں بمبئی اور کراچی کے آس پاس تھانہ بھروچ اور دیبل تک پہنچ چکی تھیں، مگر گذشتہ اسی برس تک انکی کوئی خاص حکومت قائم نہ ہو سکی ۸۵ھ ۷۰۴ء میں چند باغیوں نے مکران کے مسلمان گورنر کو مار ڈالا، اور بھاگ کر سندھ کے راجہ داہر کے یہاں پناہ لی، ابھی یہ قصہ بھولا نہ تھا کہ ایک واقعہ ہوا کہ سندھی ڈاکوؤں نے مسلمانوں کا ایک جہاز لوٹ لیا اور مال و دولت کے ساتھ مسلمان عورتوں کو بھی پکڑ لے گئے، یہ خبر جب عراق کے مسلمان حاکم حجاج

ابن یوسف کو پہنچی تو اس نے راجہ داہر کو لکھا کہ، لیکن جب اس سے کچھ نہ ہوسکا تو حجاج نے خود انتظام کا ارادہ کیا، اور اپنے دو سرداروں کو روانہ کیا، مگر جب وہ دونوں جنگ میں مارے گئے تو حجاج نے اپنے بہادر بھتیجے محمد بن قاسم کو جو ایران میں مقرر تھا، ادھر بھیجا، جس نے چند ہی دنوں میں سندھ سے ملتان تک سارا علاقہ فتح کر لیا، اگر اسے موقع ملتا تو پورے ہندوستان میں اسلام کا اثر قائم کر دیتا، لیکن افسوس کہ خلیفہ ولید کا انتقال ہوگیا، اور اسلامی حکومت سلیمان کے ہاتھ میں آئی، سلیمان کا دل حجاج کی طرف سے صاف نہ تھا، اس لئے اس نے محمد بن قاسم کو پکڑ کر قید کر دیا، اور اسی قید میں وہ کچھ دنوں کے بعد مر گیا،

اتنی سی تھوڑی مدت میں اس نے جو کام کر دیا تھا، اس کا اثر سینکڑوں برس تک باقی رہا، اور ان علاقوں میں مدتوں مسلمانوں کی حکومت قائم رہی بلکہ اخیر تک کوئی نہ کوئی اسلامی خاندان یہاں حکومت کرتا ہی رہا، آخر کار جب انگریزوں کا زمانہ آیا تو لارڈ ڈالن برد کے عہد (۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء) میں سندھ کی خودمختاری کا خاتمہ ہوا، اور خیرپور کی مختصر ریاست کے سوا سارے ملک پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا۔

غزنوی

سندھ کی اسلامی فتوحات کے دو سو برس بعد درۂ خیبر کی راہ سے مسلمانوں کا دوسرا گروہ ہندوستان آیا، اس سلسلہ میں سب سے پہلے غزنی کے امیر سبکتگین کا ذکر آتا ہے، یہ افغانستان کے شہر غزنی کا پہلا ترک بادشاہ تھا، اس کی سلطنت کی سرحد پنجاب سے آکر مل جاتی تھی، ان دنوں پنجاب میں راجہ جے پال کی حکومت تھی، ایک بار اس امیر سبکتگین سے کسی سرحدی معاملہ میں اختلاف ہوا جس سے لڑائی تک نوبت پہنچی، اس مقابلہ میں جے پال کو شکست ہوئی، اور سالانہ خراج کے وعدہ پر صلح ہوئی، سبکتگین کے بعد اس کا نامور بیٹا محمود تخت پر بیٹھا، جے پال نے خراج ادا کرنے سے انکار کیا، اس پر بات بڑھی اور لڑائی ٹھن گئی، پشاور کے پاس دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا (محرم ۳۹۲ھ ۱۰۰۱ء) جے پال شکست کھاکر گرفتار ہوا

اس واقعہ کے بعد ہندوستان میں محمود کی آمد شروع ہوگئی، اور پورب میں قنوج اور دکھن میں گجرات تک مسلمان سپاہی پہنچ گئے، پنجاب باضابطہ غزنی کی سلطنت میں شامل ہوگیا، ۴۲۱ھ ۱۰۳۰ء میں سلطان محمود نے وفات پائی،

محمود کے مرتے ہی اس کے لڑکوں میں تخت کے لئے جھگڑے شروع ہوگئے، محمد نے بادشاہی پر قبضہ کرنا چاہا، لیکن سات ہی مہینے میں چھوٹے

بھائی مسعود کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا، مسعود نے دس برس کے قریب حکومت
کی، لیکن آخر میں امیروں کی چالبازی سے قید ہو کر قتل کیا گیا، اور محمد پھر تخت
پر بٹھایا گیا، لیکن مسعود کے بیٹے مودود نے جلد ہی باپ کا بدلہ لے لیا، مودود
نے نو برس کے قریب حکومت کر کے ۴۴۱ھ ۱۰۴۹ء میں وفات پائی،

اس کے بعد مسعود، علی، عبدالرشید، طغرل اور فرخ زاد آگے پیچھے
تخت پر بیٹھے، لیکن آپس کے جھگڑوں اور امیروں کی چالبازیوں نے کسی
کے قدم جمنے نہ دیئے، اگر ۴۵۰ھ ۱۰۵۸ء میں سید السلاطین ابراہیم بن مسعود تخت پر
نہ آجاتا تو غزنی کی حکومت کا خاتمہ ہی تھا،

اس بادشاہ نے چالیس برس حکومت کی اور اپنی تدبیر و توجہ سے گرتی
ہوئی سلطنت کو تھام لیا، ۴۹۲ھ ۱۰۹۹ء میں سلطان ابراہیم کا انتقال ہوا، اور
اس کا بیٹا مسعود بن ابراہیم بادشاہ ہوا، اور سولہ برس تک نیکی اور نیک دلی
کے ساتھ حکومت کر کے ۵۰۹ھ ۱۱۱۵ء میں وفات پائی، اس کے بعد اس کے دو
بیٹے شیرزاد و ارسلان آگے پیچھے تخت پر بیٹھے اور قتل ہوئے، ۵۱۱ھ ۱۱۱۷ء میں
سلطان مسعود بن ابراہیم کا تیسرا بیٹا بہرام شاہ بادشاہ ہوا، اور تقریباً
۳۵ برس حکومت کی،

افغانستان کے علاقہ میں غور ایک پہاڑی علاقہ تھا، جہاں ایک
چھوٹا سا امیر اپنے قبیلہ کا رئیس تھا، غزنی کے بادشاہوں کی کمزوری
سے اس کی قوت بڑھنے لگی، غور کا ایک امیرزادہ قطب الدین کسی بات
پر روٹھ کر غزنی چلا آیا تھا، وہ یہاں مارا گیا، ۵۴۳ھ ۱۱۴۹ء میں غور کے امیر

سیف الدین نے اپنے بھائی قطب الدین کے انتقام میں غزنی پر چڑھائی کی بہرام شاہ شکست کھا کر ہندوستان بھاگ آیا لیکن چند ماہ بعد امرائے غزنی کے اشارہ پر پھر غزنی کی طرف بڑھا، سیف الدین گرفتار ہو کر قتل ہوا، اس خبر نے اس کے بھائی علاء الدین جہانسوز کو آگ بگولا کر دیا، فوراً غزنی کی طرف بڑھا بہرام شاہ کو شکست دیکر شہر میں آگ لگا دی، بہرام غزنی چھوڑ کر باہر چلا گیا، علاء الدین جب شہر کو تباہ کر کے واپس ہوا تو بہرام پھر غزنی آیا، لیکن شہر کی تباہی کے صدمہ سے ۵۴۷ھ ۱۱۵۲ء میں مر گیا۔

باپ کے مرنے پر خسرو شاہ تخت پر بیٹھا اسے غزنی میں رہنے کی تمنا بہت تھی، لیکن اوّل علاء الدین جہانسوز پھر ترکانِ غز نے قدم نہ جمانے دیئے، مجبوراً لاہور ہی کو مرکز بنانا پڑا، ۵۵۵ھ ۱۱۶۰ء میں وفات پائی، اس کے بعد خسرو ملک بادشاہ ہوا، ممکن تھا کہ ہندوستان کے اس مستقل قیام سے غزنویوں کی سلطنت آگے بڑھتی اور پھیلتی، لیکن غوریوں کے تابڑ توڑ حملوں نے امیدیں خاک میں ملا دیں، آخر ۵۸۲ھ ۱۱۸۶ء میں شہاب الدین محمد غوری خسرو ملک کو گرفتار کر کے غزنی لے گیا، جہاں وہ مر گیا،

غوری

خسرو ملک کی گرفتاری کے بعد ہندوستان اور افغانستان میں غوریوں کے نئے خاندان کی حکومت شروع ہوئی، اس زمانہ میں سلطان غیاث الدین ان کا بادشاہ تھا، شہاب الدین محمد غوری اسی کا بھائی تھا، اور غزنی میں اس کی طرف سے حکومت کرتا تھا، غزنی کے قیام نے محمودی فتوحات یاد دلائیں اور غوری ہندوستان آنے لگا،

۵۷۱ھ/۱۱۷۵ء میں ملتان پر حملہ ہوا، اسی سال اُچھ فتح ہوا، تین سال بعد گجرات کی طرف بڑھا، لیکن کامیابی نہیں ہوئی،

۵۸۲ھ/۱۱۸۶ء میں لاہور فتح ہوا، اور پنجاب قبضہ میں آیا، تو دہلی کی طرف رخ ہوا آخر کار ۴ سال بعد بھٹنڈہ کا مشہور قلعہ فتح ہو گیا، جو اس وقت پرتھی راج کے قبضہ میں تھا، یہ خبر سن کر پرتھی راج مقابلہ کے لئے بڑھا، شہاب الدین ابھی لاہور کے راستہ ہی میں تھا کہ تھانیسر کے قریب ترائن کے میدان میں دونوں فوجوں سے مڈبھیڑ ہو گئی، افغان سپاہی بھٹنڈہ کی لڑائی اور سفر کی تکلیفوں سے چور ہو رہے تھے، اس حالت میں پرتھی راج کی زبردست فوج کے سامنے قدم نہ ٹک سکے، خود شہاب الدین سخت زخمی

ہوا، مجبوراً غزنی کی طرف واپس ہونا پڑا،

سال ڈیڑھ سال بعد ۵۸۸ھ ۱۱۹۲ء میں شہاب الدین پھر ہندوستان آیا، ترائن کے اسی میدان میں پرتھی راج سے مقابلہ ہوا، اس مرتبہ راجہ اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی، پرتھی راج مارا گیا، اور دہلی تک مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا،

فتح کے بعد شہاب الدین غزنی واپس گیا، اور ہندوستانی علاقوں کا انتظام اپنے غلام قطب الدین کے سپرد کر گیا، دہلی، اجمیر کی ریاستیں خراج کے وعدہ پر ہندو راجاؤں کے قبضہ میں رہنے دی گئیں، لیکن ابھی چند مہینے بھی گذرنے پائے تھے کہ بغاوت ہو گئی، آخر کار قطب الدین نے دہلی فتح کر لی، میرٹھ اور علی گڈھ بھی اسی سال فتح ہوئے، اور دہلی مسلمانوں کا پایہ تخت قرار پائی، یہ پہلا موقع تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی خود مختار حکومت قائم ہو گئی،

۵۹۰ھ ۱۱۹۴ء میں شہاب الدین پھر ہندوستان آیا، اٹاوہ کے قریب چندولی میں قنوج کے راجہ جے چند سے مقابلہ ہوا، راجہ مارا گیا، اور قنوج سے بنارس تک گنگا جمنا کا سارا میدان مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا،

۶۰۲ھ ۱۲۰۵ء میں سرحد کے کھوکھروں نے ایسا سخت فساد مچایا کہ ہندوستان سے سالانہ آمدنی غزنی نہ جا سکی، یہ حال دیکھ کر شہاب الدین ہندوستان آیا، قطب الدین بھی فوجیں لے کر موقع پر پہنچ گیا، بادشاہی فوج نے باغیوں کو گھیر گھیر کر شکست دی، جب یہ جھگڑے ختم ہوئے تو سلطان غزنی واپس ہوا لیکن ابھی راستہ میں تھا کہ کسی دشمن نے خیمہ میں گھس کر سوتے میں قتل کر ڈالا،

غلام خاندان

سلطان شہاب الدین کے کوئی اولاد نہ تھی، انتقال کے بعد اس کی سلطنت اس کے مختلف غلاموں میں بٹ گئی، غزنی میں تاج الدین یلدز، سندھ میں ناصر الدین قباچہ، بیانہ میں بہار الدین طغرل اور ہندوستان خاص میں قطب الدین ایبک نے اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا، لیکن ان میں سب سے زیادہ خوش قسمت قطب الدین ہی تھا جس نے اپنے حریفوں کو شکست دی، اور ہندوستان میں ایک ایسی حکومت قائم کی جو صدیوں تک قائم رہی یہی وجہ ہے کہ قطب الدین کو ہندوستان میں اسلامی حکومت کا بانی کہا جاتا ہے،

قطب الدین بادشاہ ہوا تو سب سے پہلے حاکم غزنی تاج الدین یلدز سے مقابلہ کرنا پڑا، اس معرکہ میں یلدز کو شکست ہوئی اور خاص غزنی تک قطب الدین کا قبضہ ہو گیا لیکن یلدز نے پھر شہر چھین لیا، اور قطب الدین کو ہندوستان کی طرف ہٹ آنا پڑا، (۶۰۵ھ ۱۲۰۹ء) قباچہ سے بھی کئی لڑائیاں ہوئیں، لیکن سلطان شمس الدین کے زمانہ تک اس پر کوئی اثر نہیں ہوا،

اور اس کی سلطنت قائم رہی، بہاء الدین طغرل سے بھی جنگ چھڑ جانے والی تھی، مگر اس سے پہلے ہی سنہ ۶۲۳ھ ۱۲۰۶ء میں اس کا انتقال ہوگیا، اس طرح اب گوالیار تک قبضہ ہوگیا، گجرات، راجپوتانہ، اور بہار و بنگال کے صوبے سلطان شہاب الدین کے زمانہ ہی میں فتح ہوچکے تھے، غرض کہ قطب الدین کی زندگی ہی میں سارا شمالی ہندوستان ایک جھنڈے کے نیچے آگیا، آخر بارہ برس کی صوبہ داری اور پانچ برس کی بادشاہت کے بعد سنہ ۶۰۷ھ ۱۲۱۰ء میں ایک دن پولو کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر گیا، اور اسی صدمہ سے انتقال کر گیا،

شمس الدین التمش

قطب الدین کے انتقال پر بعض سرداروں نے لاہور میں اس کے لڑکے آرام شاہ کو بادشاہ بنایا، لیکن ہندوستان کے اکثر صوبہ داروں اور سرداروں نے اسے پسند نہ کیا، اور دہلی میں شمس الدین التمش کی بادشاہی کا اعلان کر دیا، جو قطب الدین کا عزیز غلام اور بدایوں کا حاکم تھا،

شمس الدین اصل میں ایک ترک امیرزادہ تھا، بھائیوں نے دشمنی میں بیچ ڈالا، بخارا کے قاضی کے یہاں بچپن کا زمانہ گذرا، وہاں سے بک کر غزنی آیا، یہاں اس زمانہ میں سلطان شہاب الدین کی حکومت تھی، شمس الدین کی خوبیاں دیکھ کر خریداری کا خیال ہوا، لیکن سوداگر نے دام اتنے زیادہ مانگے کہ بادشاہ چڑھ گیا، اور خریداری مدک دی،

اتفاق سے کچھ دنوں بعد قطب الدین ایک ہندوستان سے غزنی آیا،
اور سلطان سے کہہ سن کر خریداری کی اجازت حاصل کرلی اس طرح
ایک لاکھ پیسوں میں ہندوستان کا یہ ہونے والا بادشاہ خرید کر دہلی
لایا گیا،

یہاں اس نے اپنی خدمت و محبت سے جلد ہی بادشاہ کو ایسا موہ
لیا کہ صوبہ داری کے مرتبہ تک پہونچ گیا، اور آخر میں سلطان قطب الدین
کے بعد سارے ہندوستان کا بادشاہ قرار پایا، بادشاہت کے بعد سب سے
پہلے آرام شاہ اور اس کے ساتھیوں سے مقابلہ ہوا، دہلی کے قریب دونوں
فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی، اس لڑائی میں التمش کو فتح ہوئی، اور بنگال کے
کناروں تک سارا شمالی ہند اس کے آگے جھک گیا،

۶۱۲ھ (۱۲۱۵ء) میں غزنی کے امیر تاج الدین یلدز نے چڑھائی کی، ترائن
کے مشہور میدان میں مقابلہ ہوا التمش کو فتح ہوئی، یلدز زخمی ہوکر گرفتار
ہوا، اور بدایوں میں نظر بند کر دیا گیا، جہاں اس کی وفات ہوئی، ابھی
یہ قصہ ختم ہی ہوا تھا کہ ناصر الدین قباچہ نے پنجاب پر قبضہ کرنا چاہا، لیکن
سلطان شمس الدین نے آگے بڑھ کر شکست دی، (۶۱۴ھ ۱۲۱۷ء) اور سارا
پنجاب بے کھٹکے دہلی کی سلطنت میں شامل ہوگیا، ۶۱۸ھ (۱۲۲۱ء) میں چنگیز خاں
شاہ خوارزم سلطان جلال الدین کا پیچھا کرتا ہوا، آندھی پانی کی طرح
دریائے سندھ کے کنارے تک آیا، لیکن پھر آگے نہ بڑھا اور وہیں سے
لوٹ گیا،

ان قصوں سے نجات ملی تو سلطانی فوجیں بنگال کے باغیوں کو دبانے کے لئے بڑھیں (۶۲۲ھ / ۱۲۲۵ء) اس وقت یہاں امیر غیاث الدین کی حکومت تھی، اس نے پہلے صلح کر لی، لیکن دو ہی برس بعد پھر جنگ کی نوبت آئی، غیاث الدین اور اس کے سردار گرفتار ہو گئے اور آسام کے کناروں تک حکومت دہلی کا جھنڈا اڑنے لگا، اسی درمیان (۶۲۵ھ / ۱۲۲۷ء) میں سندھ کے حاکم ناصر الدین قباچہ سے پھر جنگ ہوئی، اس معرکہ میں بھی سلطان شمس الدین کو فتح ہوئی، قباچہ دریائے سندھ کی راہ سے بھاگنا چاہتا تھا، لیکن کشتی ڈوب گئی،

اسی سلسلہ میں راجپوتانہ کا مشہور قلعہ رنتھنبور ۶۲۴ھ / ۱۲۲۶ء میں فتح ہوا جس سے مسلمانوں کی حکومت اور بھی مضبوط ہو گئی، ۶۲۹ھ / ۱۲۳۱ء میں گوالیار فتح ہوا اور ایک سال بعد سارے مالوہ پر قبضہ ہو گیا، اس طرح دریائے نربدا کے کنارے تک مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی، اور صدیوں کے بعد سارا شمالی ہند ایک جھنڈے کے نیچے آیا، ۶۳۳ھ / ۱۲۳۵ء میں سلطان شمس الدین کی وفات ہوئی،

سلطان شمس الدین جس طرح سلطنت کے انتظام میں بڑا لائق تھا، اسی طرح اپنی نیکی، رعایا پروری اور دینداری میں بھی ممتاز تھا، حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے فیضِ صحبت سے اس کی زندگی نیکی اور پاکبازی کا بہترین نمونہ بن گئی تھی،

التمش کے جانشین

التمش کے بعد اس کا بیٹا رکن الدین بادشاہ بنایا گیا، لیکن ایسا نااہل نکلا کہ چند ہی مہینے میں تخت سے اتار دیا گیا، اور اس کی جگہ اس کی بہن سلطانہ رضیہ گدی پر بٹھائی گئی، رضیہ بیگم بڑی منتظم اور نہایت سمجھ دار تھی، لیکن امیروں کو ایک عورت کی حکومت پسند نہ آئی، نتیجہ یہ ہوا کہ تین ہی برس میں تخت سے اتار کر قید کر دی گئی، اس حالت میں اس نے ایک امیر سے شادی کر لی تاکہ اس کی مدد سے پھر تخت حاصل کر سکے، لیکن قسمت نے ساتھ نہ دیا، اور لڑائی میں ماری گئی (۶۳۷ھ ۱۲۳۹ء)

رضیہ کے بعد اس کے دوسرے بھائی بہرام شاہ کی بادشاہی کا اعلان ہوا، لیکن یہ بھی کوئی انتظام نہ کر سکا، اس کئی برس کی افراتفری میں سلطنت کی چولیں ایسی ہل گئیں، کہ مغل دریائے سندھ پار کر آئے، اور لاہور تک خون کی ندیاں بہا دیں، یہ رنگ دیکھ کر فوجی سرداروں نے ایک جلسہ کیا اور پوری قوت سے مغلوں کے مقابلہ کے لئے ایک فوج روانہ کی، مگر اسکے پہنچنے کے پہلے ہی مغل بھاگ کھڑے ہوئے، یہ موقع تھا کہ بہرام سنبھل جاتا، لیکن اس کے مزاج کا اب بھی وہی حال رہا، نتیجہ یہ ہوا کہ فوجی سرداروں

نے محل کو گھیر کر اسے قتل کر دیا اور سلطان شمس الدین کے پوتے علاء الدین مسعود کو تخت پر بٹھا دیا، شروع میں چند دن اس کی حالت اچھی رہی، اس عرصہ میں مغلوں نے پھر ہندوستان پر چڑھائی کی، لیکن اب بلبن کی ہمت و مستعدی سے ایسی فوج تیار ہو چکی تھی، جس کے خوف سے مغل بھاگ کھڑے ہوئے، یہ بلا ٹلی تو خیال ہوا کہ اب ملک کا انتظام درست ہوگا، لیکن بادشاہت نے علاء الدین کا بھی مزاج بدل دیا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر و سردار ناراض ہو گئے، اور ۶۴۴ھ ۱۲۴۶ء میں اسے قتل کر ڈالا۔

سلطان ناصر الدین محمود

اب سلطان شمس الدین کا سب سے چھوٹا لڑکا ناصر الدین محمود تخت پر بیٹھا، یہ اتنا نیک اچھا اور دین دار تھا کہ سلطنت کا ایک پیسہ بھی اپنے اوپر خرچ نہ کرتا تھا، بلکہ قرآن مجید لکھ کر روزی پیدا کرتا تھا، اندر محل میں کوئی نوکر چاکر نہ تھا، بیگم خود اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتی تھی، ناصر الدین نے سلطنت کا سارا انتظام غیاث الدین بلبن کے سپرد کیا اور اسے نصیحت کی کہ میں تمھیں اپنا نائب بناتا ہوں، دیکھنا کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ کل خدا کے سامنے اس کا جواب نہ بن پڑے، اور مجھے اور تمھیں اس

دربار میں شرمندہ ہونا پڑے،

اس تدبیر سے ملک کا انتظام درست ہوگیا، اور بیس برس کی امن وچین کی سلطنت کے بعد سلطان ناصر الدین محمود نے ۶۶۴ھ ۱۲۶۵ء میں وفات پائی،

سلطان غیاث الدین بلبن

سلطان ناصر الدین کے کوئی اولاد نہ تھی، اس لئے اس کے بعد غیاث الدین بلبن تخت پر بیٹھا، اس کی انتظامی قابلیت اور فوجی صلاحیت سلطان ناصر الدین ہی کے زمانہ میں ظاہر ہوچکی تھی، بادشاہ ہونے کے بعد اس میں اور ترقی ہوئی اور بیس برس ایسے کر و فر سے حکومت کی کہ دشمن لرز گئے اور سارا ملک آباد و خوش حال ہوگیا، ۶۷۸ھ ۱۲۷۹ء میں بنگال کے صوبہ دار طغرل نے ہاتھ پیر نکالے، لیکن بلبن نے اس کے پرخچے اڑا دیئے، اور اس علاقہ کا انتظام اپنے بیٹے بغرا خاں کے سپرد کردیا،

اس اندرونی جھگڑے کے علاوہ مغلوں کی روک تھام کے لئے زبردست بندوبست کیا، اس غرض سے پنجاب و سرحد کا پورا انتظام اپنے دوسرے لڑکے محمد کے سپرد کیا، اس بہادر شہزادے نے بارہ تیرہ برس تک ایسا انتظام کیا کہ عرصہ تک مغلوں کو آگے بڑھنے کی ہمت

نہ ہوئی ۶۸۳ھ مطابق ۱۲۸۵ء میں انھوں نے بڑا زبردست دھاوا کیا، شہزادہ نے مقابلہ کیا، اور انھیں سخت شکست دی، لیکن اتفاق سے ایک ایسا تیر آ لگا کہ اس کے صدمہ سے انتقال ہو گیا، بلبن کی عمر اس وقت اسّی برس کی تھی، جوان اور لایق بیٹے کی موت نے اور نڈھال کر دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے دن میں اس صدمہ سے گھل گھل کر ۶۸۵ھ مطابق ۱۲۸۶ء میں انتقال ہو گیا،

کیقباد

شہزادہ محمود کے مرنے پر بلبن اپنے دوسرے بیٹے بغرا خاں کو بادشاہ بنانا چاہتا تھا، لیکن یہ دیکھ کر کہ اسے سلطنت سے کوئی دلچسپی نہیں۔ مرتے وقت شاہزادہ محمد کے لڑکے کیخسرو کے لئے وصیت کی، مگر اس سے محل کے ملازم خوش نہ تھے، اس لئے اسے موقع سے ہٹا کر بغرا خاں کے لڑکے کیقباد کی بادشاہی کا اعلان کر دیا،

کیقباد بڑا عیاش و بے پروا تھا، رات دن شراب و کباب کے چکر میں رہتا، یہ حالت دیکھ کر باپ بغرا خاں نے بہت سمجھایا، طبیعت اتنی بگڑ چکی تھی کہ ساری نصیحتیں بے کار گئیں، نتیجہ یہ ہوا کہ دو ہی تین برس میں سارے ملک میں آفت مچ گئی، ان منگولیوں

نے بادشاہ کی صحت بگاڑ دی، آخر ایک دن ایسا فالج گرا کہ پھر بستر سے اٹھنا نصیب نہ ہوا، امیروں نے اس کے ایک دو برس کے بیٹے بچے شمس الدین کو بادشاہ بنانا چاہا، اس کے ساتھ انھوں نے خلجی امیروں خصوصاً جلال الدین کو بھی الگ کرنا چاہا، لیکن عین وقت پر یہ راز کھل گیا، جلال الدین خلجی نے دشمنوں کی قوت توڑ دی، اس ہل چل میں کیقباد مارا گیا، اور محرم ۶۸۸ھ ۱۲۸۹ء میں جلال الدین باضابطہ بادشاہ ہو گیا، اس طرح غلاموں کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور خلجیوں کے ایک نئے خاندان کی بادشاہت شروع ہوئی،

خلجی خاندان

جلال الدّین

پچھلے دو تین برس کی چپقلش اور افراتفری میں ملک میں بڑا ادھم مچ رہا تھا، جلال الدین نے اپنی ہمت و توجہ اور اس سے زیادہ نیکی و رحمدلی سے لوگوں کے دلوں میں گھر کیا، اور ان کی مدد سے ملک میں امن و امان قائم کیا، مالوہ کی بگڑی حالت سنبھالی، مغلوں کے حملہ کو روکا، اور لطف یہ کہ تلوار سے زیادہ اپنے اخلاق سے دشمنوں کو رام کیا، کہتے ہیں اس تدبیر کا اثر یہ ہوا کہ ہزاروں مغل خوشی سے اسلام لے آئے، سلطان نے الغو خاں سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی،

کچھ دنوں کے بعد مالوہ میں پھر چپقلش پیدا ہوئی تو سلطان کے بھتیجے علاالدین نے بڑھ کر اسے دبا دیا، اس کے بعد اس نے دیوگری (دولت آباد) کا رخ کیا، راجہ کو شکست ہوئی اور بے شمار مال

ہاتھ آیا، جس میں ایک ہزار من چاندی، چھ من سونا، سات من موتی، اور دو من جواہرات شامل تھے، (۶۹۴ھ ۱۲۹۴ء)

فتح کی خبر سے جلال الدین بہت خوش ہوا، اور بھتیجے کے استقبال کے لئے کڑے کا رخ کیا، دریا سے اُتر کر بھتیجے سے گلے مل رہا تھا کہ اس کے آدمیوں نے حملہ کر دیا اور گرا کر سر کاٹ لیا۔

سلطان علاءالدین

اس واقعہ کے وقت سلطان جلال الدین کا بڑا بیٹا ارکلی خاں ملتان میں اور چھوٹا لڑکا ابراہیم خاص دہلی میں تھا، ملکۂ جہاں (سلطان مرحوم کی بیوہ) نے جلدی سے چھوٹے بیٹے کی بادشاہی کا اعلان کرا دیا، اس خبر کو سن کر ارکلی خاں ملتان ہی میں رہ گیا، دربار کے امیر ابراہیم اور ملکہ جہاں سے خوش نہ تھے، علاء الدین کو موقع مل گیا، اور وہ تیزی سے کوچ کرتا ہوا دہلی آ پہنچا، ابراہیم کو شکست ہو گئی اور علاء الدین ۶۹۶ھ ۱۲۹۶ء میں دلی پر قابض ہو گیا، ابراہیم نے مجبوراً ماں کے ساتھ بھاگ کر ملتان میں پناہ لی مگر علاء الدین کی فوجوں نے یہاں بھی نہ چھوڑا، نتیجہ یہ ہوا کہ گرفتار ہو کر نظر بند کر دیئے گئے،

یہ واقعات ابھی ختم ہی ہوئے تھے کہ مغلوں کے حملہ کی خبر ملی، مگر سپہ سالار اُلغ خاں اور ظفر خاں نے بڑھ کر ایسی سخت شکست دی کہ ہزاروں لاشیں چھوڑ کر مغل بھاگ کھڑے ہوئے، یہ آفت ٹلی تو سلطان

نے ایک بڑی زبردست فوج گجرات کی طرف روانہ کی، کچھ دنوں میں یہ لشکر مال و دولت سے لدا دہلی واپس آیا، (۶۹۷ھ ۱۲۹۷ء)

یہ قصہ نپٹا ہی تھا کہ مغلوں کا دو لاکھ کا ٹڈی دل لشکر دہلی کی طرف بڑھتا ہوا نظر آیا، لوگ بہت گھبرائے، مگر علاءالدین خود فوج لیکر مقابلہ کے لئے نکلا اور مغلوں کو ایسی سخت شکست دی کہ مدتوں انھیں سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی،

۶۹۹ھ ۱۲۹۹ء میں قلعۂ رنتھنبور فتح ہوا، ۷۰۳ھ ۱۳۰۳ء میں چتوڑ پر قبضہ ہوا ۷۰۶ھ ۱۳۰۶ء ملک کافور کی ماتحتی میں ایک بہت بڑی فوج آندھی پانی کی طرح دکن کی طرف بڑھی اور رامیشورم تک سارے ملک کو ہلا ڈالا،

۷۱۶ھ ۱۳۱۶ء میں علاءالدین بڑھاپے کی حالت میں انتقال کر گیا، یہ مزاج کا سخت لیکن انتظام کا پکا تھا، اس کی تدبیر سے برائیوں اور بدکاریوں کا نام و نشان مٹ گیا، سارا ملک آباد و خوشحال ہو گیا، اس کے عہد میں غلہ اس قدر ارزاں تھا کہ اس کے بعد پھر کبھی ایسی ارزانی نہ ہوئی،

آخر عمر میں وہ بیمار زیادہ رہنے لگا، اسی سبب سے وہ وہمی اور مزاج کا چڑچڑا ہو گیا تھا اسی حالت میں ملک کافور کے ورغلانے سے دو بیٹوں کو قید کر دیا تھا، اس کا انتقال ہوا، تو ملک کافور نے انھیں اندھا کر دیا، اور سب سے چھوٹے لڑکے شہاب الدین کی بادشاہی کا اعلان کیا، جس کی عمر پانچ چھ سال سے زیادہ نہ تھی، سلطان علاءالدین

کا تیسرا لڑکا قطب الدین دہلی میں موجود تھا، کافور اسے قتل کرانا چاہتا تھا، لیکن محل کے سپاہیوں نے کافور ہی کا خاتمہ کر دیا، اس طرح قطب الدین تخت پر بیٹھا، کچھ دن انتظام کی طرف توجہ رہی، مگر چند ہی برس میں عشق میں پڑ کر تباہ ہوا، آخر میں خسرو خاں نامی ایک نومسلم گجراتی نوجوان کا ایسا اثر بڑھا کہ سارے سیاہ و سپید کا مالک ہو گیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ دنوں کے بعد وہ قطب الدین کو قتل کر کے خود تخت پر بیٹھ گیا،

خسرو خاں نے چند ہی دن کی حکومت میں وہ ادھم مچائی کہ خدا کی پناہ! خاندان علائی کا بچہ بچہ چن چن کر قتل ہوا، شہر کی گلی کوچوں میں خون کی ندیاں بہنے لگیں، یہ حالت دیکھ کر سارا ملک بلبلا اٹھا، آخر پنجاب کے صوبہ دار غازی ملک تغلق نے آکر یہ مصیبت دور کی، خسرو خاں مارا گیا، جب یہ قصہ پاک ہوا تو فاتح سردار (غازی ملک) نے سلطنت کا وارث تلاش کیا، مگر شاہی خاندان میں کوئی باقی نہ تھا، مجبوراً امیروں اور سرداروں کے اصرار پر ۷۲۱ھ ۱۳۲۱ء میں خود یہ عہدہ قبول کیا،

خاندانِ تغلق

غیاث الدّین تغلق

جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں، خاندان علائی کے خاتمہ پر پنجاب کا سردار غازی ملک غیاث الدّین تغلق کے نام سے دہلی کے تخت پر بیٹھا، یہ بڑا نیک، تجربہ کار اور منتظم تھا، اگرچہ اسے زیادہ موقع نہیں ملا، لیکن اسی تھوڑی سی مدت میں اس کی ہمت و توجہ سے تمام باغی دب گئے اور سارے ملک میں امن و امان ہو گیا، دکن کے جھگڑے شہزادہ محمد جونا نے دور کئے، ۷۲۴ھ ۱۳۲۴ء میں بنگال کے اصلی وارث شہاب الدّین کو اس کے بھائی بہادر شاہ نے تنگ کر دیا، مجبوراً سلطان کو بنگالہ کا رُخ کرنا پڑا، بہادر شاہ گرفتار ہوا اور شہاب الدّین صوبہ دار پھر بحال کر دیا گیا، اس قصہ کے بعد بادشاہ دہلی واپس ہوا، شہزادہ محمد جونا نے شہر سے باہر استقبال کیا، قیام کے لئے لکڑی کا ایک عارضی مکان تیار کیا گیا تھا، تھوڑی دیر کے بعد کھانا آیا، ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ

یکایک چھت زمین پر آرہی اور سلطان غیاث الدین اور اس کا چھوٹا لڑکا محمود اس کے نیچے دب کر رہ گئے، (۷۲۵ھ ۱۳۲۴ء)

محمد تغلق

باپ کے مرنے پر شاہزادہ جونا محمد تغلق کے نام سے تخت پر بیٹھا، بادشاہت کے دو تین برس بعد مغلوں نے بڑے ساز و سامان کے ساتھ حملہ کیا، لیکن محمد تغلق نے آگے بڑھ کر انھیں سخت شکست دی، اس کے بعد اس نے ارادہ کیا کہ سرحد پار خراسان تک اپنا جنگی اثر قائم کر دے تاکہ پھر مغلوں کو حملہ کا موقع نہ ملے، اسی طرح دکن کے انتظام اور وہاں کے علاقوں کو قابو میں رکھنے کی غرض سے سلطان نے دولت آباد کو پایہ تخت بنانا چاہا، تاکہ اتر، دکھن، دونوں پر نظر رہ سکے، مگر لوگوں کی بے سمجھی سے تدبیریں ناکام رہیں، ہندوستان کو شمالی دشمنوں سے بچانے کے لئے تبت و چین پر بھی قبضہ کی اسکیم تھی، مگر حالات ایسے پیش آئے کہ یہ ارادہ بھی پورا نہ ہو سکا،

ان تجویزوں کے لئے بہت کافی رقم کی ضرورت تھی، اس لئے محمد تغلق نے نوٹ کی طرح تانبہ کا سکہ چلایا، تاکہ ملک کے اندرونی کاروبار میں کام دے، مگر لوگوں کی چالبازیوں سے یہ اصلاح بھی کامیاب نہ ہو سکی، اسی زمانہ میں اتفاق سے کئی برس ایسا سخت قحط پڑا کہ لوگ بلبلا اٹھے، سلطان نے رعایا کی خاطر دن رات ایک کر دیئے اور ہر

ممکن تدبیر سے ان کے لئے دانہ پانی کا انتظام کیا، مگر ان پریشانیوں اور مشکلوں نے سارا خزانہ خالی کر دیا، مجبوراً صوبہ داروں سے اور رقم طلب کرنی پڑی، اس پر بغاوتیں شروع ہو گئیں، اور محمد تغلق کی زندگی کے آخری دس سال ان ہی معرکوں میں بسر ہوئے، اس نے اپنی مستعدی سے سب باغیوں کو چور کر دیا، لیکن دکن میں پھر بغاوت ہوئی، اور مشہور بہمنی سلطنت کی بنیاد پڑ گئی۔[1]

---

[1] ۷۴۸ھ ۱۳۴۷ء میں علاء الدین حسن کے ہاتھوں اس خاندان کی بنیاد پڑی، علاء الدین نے اپنی محنت و تدبیر سے پورے دکن پر قبضہ کر لیا، اس کے بعد اس کے بیٹے محمد شاہ نے حکومت کو اور ترقی دی، اس کے ساتھ ملک میں ایسا امن قائم کیا کہ مدتوں لوگ اسے یاد کرتے رہے، محمد کے بعد مجاہد شاہ نے بھی باپ دادا کے نام کو ترقی دی، لیکن چچا داؤد نے دغا سے قتل کر دیا گیا، مگر چند ہی روز میں خود بھی مارا گیا، اور سلطان علاء الدین کا ایک لڑکا محمود شاہ بادشاہ ہوا، اس نے بھی ملک کو بڑی ترقی دی، ۷۹۹ھ ۱۳۹۶ء میں اس نے وفات پائی، تو اسکا بیٹا غیاث الدین تخت پر بیٹھا، لیکن ایک غلام نے موقع پا کر اسے اندھا کر دیا اور شمس الدین کو تخت پر بٹھا کر خود وزارت پر قبضہ کر لیا، مگر چند دن بھی عیش نصیب نہ ہوا، اور ایک دوسرے شاہزادہ فیروز نے شکست دیکر ان دونوں کو قید کر دیا، اس کے بعد احمد شاہ علاء الدین، ہمایوں، اور محمد شاہ آگے پیچھے کئی بادشاہ ہوئے، جنھوں نے اپنے انتظام و سلیقہ سے ملک کو کافی ترقی دی، ان کے زمانہ میں علم کو خوب ترقی ہوئی، بڑے بڑے عالم اور نامی گرامی فقیر ان کی حکومت میں آباد تھے، رعایا کی آرام و آسایش کا ان بادشاہوں کو بڑا خیال تھا، سیکڑوں نئے شہر اور گاؤں آباد ہوئے بہت سے مدرسے

۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء میں تغلق نے سندھ کے شہر ٹھٹھہ میں وفات پائی،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷) سرائیں اور شفاخانے جاری ہوئے، کثرت سے باغ اور قلعے تیار ہوئے، اور بیسیوں سڑکیں نکالی گئیں،

محمد شاہ کے بعد پھر کوئی اس شان کا بادشاہ نہ ہوا، محمود، احمد، ولی اللہ اور کلیم اللہ آگے پیچھے کئی بادشاہ تخت پر بیٹھے، مگر نام کے سوا ان کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا، امیروں کی چالیں بادشاہوں کی قسمت کا فیصلہ کرتی تھیں، ۹۳۴ھ/۱۵۲۷ء میں شاہ کلیم اللہ کا انتقال ہوا، تو بادشاہت کا یہ نام بھی مٹ گیا، اور صوبہ کے امیروں نے الگ الگ اپنی بادشاہت قائم کرلی، بیجاپور میں عادل شاہی حکومت ہوئی، احمد نگر پر نظام الملک نے اپنا سکہ جمایا، گولکنڈہ قطب شاہ کے ہاتھ آیا، برار عماد الملک کے قبضہ میں گیا، بیدر میں قاسم برید نے اپنی سلطنت قائم کی، یہ پانچوں حکومتیں عرصہ تک قائم رہیں، آخر کار کچھ آپس میں اور کچھ مغلوں سے الجھ کر ختم ہوگئیں، ۱۰۱۸ھ/۱۶۰۹ء میں بیدر پر زوال آیا، ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء میں برار پر احمد نگر کے نظام شاہیوں کا قبضہ ہوا، ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء میں احمد نگر پر مغلوں نے قبضہ کرلیا، ۱۰۹۷ھ/۱۶۸۶ء میں بیجاپور کی عادل شاہی حکومت ختم ہوئی، اور ۱۰۹۸ھ/۱۶۸۶ء میں گولکنڈہ کا خاتمہ ہوا، اور دونوں پر عالمگیری فوجوں نے قبضہ کرلیا، اور پورا دکن باضابطہ مغلیہ حکومت میں شامل ہوگیا،

فیروز تغلق

محمد تغلق کے بعد اس کا چچازاد بھائی فیروز تغلق تخت پر بیٹھا، یہ بڑا نیک دیندار اور رحمدل تھا، رعایا کے ساتھ ایسا نرمی کا برتاؤ کیا کہ تھوڑے ہی دنوں میں سارا ملک آباد و خوش حال ہوگیا، جگہ جگہ مدرسے سرائیں حمام خانے، شفاخانے، مسجدیں بنیں، بڑی بڑی سڑکیں نکلیں، گھنے گھرادر نہریں تیار ہوئیں، فیروز کے مزاج میں تعصب بالکل نہ تھا، دہلی کے فیروزی محل (کوٹلہ) میں راجہ اشوک کی لاٹ اب تک اس کی علم دوستی اور بے تعصبی کی گواہی دے رہی ہے، اس زمانہ میں کئی شہر بسائے گئے، خود سلطان نے اپنے نام پر فیروز آباد اور محمد تغلق کے نام پر جون پور آباد کیا، چالیس برس کے قریب حکومت کرنے کے بعد ۷۹۰ھ ۱۳۸۸ء میں وفات پائی،

تغلقوں کا خاتمہ

فیروز شاہ کے بعد پھر آپس میں لڑائی شروع ہوئی، مختلف شہزادوں نے بادشاہت کا تاج سر پر رکھنا چاہا، لیکن آخر میں چند دن کی خانہ جنگی کے بعد فیروز شاہ کے ایک بیٹے شاہ ناصر الدین محمد نے تخت پر قبضہ

کر لیا (۷۹۱ھ ۱۳۸۸ء) میں امن وامان قائم ہو رہا تھا کہ ۷۹۶ھ ۱۳۹۳ء میں خود سلطان محمد ہی انتقال کر گیا،

اس کے بعد سکندر شاہ بادشاہ ہوا، لیکن ایک ہی مہینہ میں بیمار ہو کر مر گیا، آخر میں محمود تغلق کو بادشاہت ملی، لیکن اس میں انتظام کا ڈھنگ بالکل نہ تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ امیروں اور سرداروں میں جھگڑے شروع ہو گئے، اور سلطنت کی چولیں ہل گئیں، چند ہی دن میں دہلی کے آس پاس کے سوا سارا ملک ہاتھ سے نکل گیا، خود دہلی میں بھی بادشاہت بس برائے نام ہی تھی،

ادھر یہ حالت تھی، اُدھر تیمور لنگ دل بادل فوجوں کے ساتھ خون برساتا آ پہنچا، (۸۰۱ھ ۱۳۹۸ء) بادشاہ میں لڑنے کی تاب کہاں تھی، ایک معمولی جھڑپ میں بھاگ کھڑا ہوا، اب کیا تھا، دلی بری طرح لٹی، گلیوں میں خون کے فوارے چھٹے،

کچھ دن کے بعد تیمور لوٹ کھسوٹ کر واپس ہوا تو سلطان محمود پھر دہلی آیا، اور چند برس کی اکھڑی پکھڑی حکومت کے بعد ۸۱۵ھ ۱۴۱۲ء میں مر گیا، اور اس کے ساتھ تغلق خاندان کا خاتمہ ہو گیا،
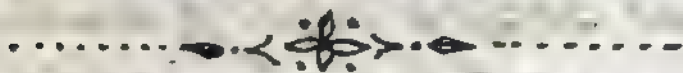
سیّد اور لودی

محمد تغلق کے آخری زمانہ میں دولت خاں وزیر ہوگیا تھا، لیکن اس بادشاہ کے بعد جب تغلق خاندان ختم ہوگیا تو پنجاب کے حاکم خضر خاں نے دولت خاں سے دہلی لے لی، اور ٨١٧ھ (١٤١٤ء) میں اپنی بادشاہت کا اعلان کردیا، ٨٢٤ھ (١٤٢١ء) میں اس کا بیٹا مبارک شاہ بادشاہ ہوا، ٨٣٧ھ (١٤٣٤ء) میں امیروں نے اسے قتل کردیا، تو خضر خاں کا ایک پوتا محمد شاہ تخت پر بیٹھا، اس کے زمانہ میں جون پور کے بادشاہ نے دہلی پر چڑھائی کی، لیکن پنجاب کے حاکم بہلول لودی کی مدد سے یہ بلا ٹلی، ٨٤٩ھ (١٤٤٥ء) میں محمد شاہ کا انتقال ہوگیا اب اس کا بیٹا علاءالدین بادشاہ ہوا، لیکن اس سے ملک کا انتظام نہ سنبھل سکا، آخر کچھ عرصہ بعد مجبور ہو کر بدایوں میں بیٹھ رہا، جہاں ٨٨٣ھ (١٤٧٨ء) میں وفات پائی،

اب دہلی میں ایک نئے خاندان کی حکومت شروع ہوئی، اوپر کی سطروں میں پڑھ چکے ہو کہ جب محمد شاہ کے زمانہ میں جون پور کے بادشاہ نے چڑھائی کی تو پنجاب کے حاکم بہلول لودی نے محمد شاہ کی مدد کی

بھی، اس وقت سے بہلول کا اثر بڑھتا رہا۔ آخر جب علاء الدین سلطنت
چھوڑ کر بدایوں میں بیٹھ رہا تو باضابطہ حکومت اس کے ہاتھ میں آگئی
(۸۵۵ھ / ۱۴۵۱ء) بہلول نے ہمت اور بہادری سے ملک میں پھر جان ڈال
دی اور پنجاب سے بہار تک ایک حکومت قائم کر دی،

چالیس برس کی بادشاہت کے بعد ۸۹۴ھ / ۱۴۸۸ء میں بہلول کا انتقال
ہو گیا، اور اس کا بیٹا سکندر لودی تخت پر بیٹھا، یہ بھی باپ کی طرح
بڑا بہادر، منتظم اور ہوشیار تھا، اس کے زمانہ میں سلطنت اور آگے
بڑھی اور بنگال و مالوہ تک اس کا اثر قائم ہو گیا، ۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء میں اس کا
بھی انتقال ہو گیا، اور اس کا لڑکا ابراہیم لودی بادشاہ ہوا، لیکن
اس میں باپ دادا کی طرح سوجھ بوجھ نہ تھی، پہلے بھائی سے جون پور
کے لئے لڑائی ہوئی، پھر امیروں سے بگاڑ ہوا، نوبت یہاں تک پہنچی
کہ لاہور کے حاکم دولت خاں نے کابل کے مغل بادشاہ بابر کو چڑھائی
پر ابھارا، بابر کے تو دل سے یہ لگی تھی، فوراً ہندوستان چل پڑا
۹۳۲ھ / ۱۵۲۶ء میں پانی پت کے میدان میں ابراہیم کی فوجوں سے مقابلہ ہوا
اس لڑائی میں اگرچہ ابراہیم کے ساتھ ایک لاکھ فوج تھی، لیکن بابر نے اپنی
قابلیت، فوج کی مہارت اور اچھے ہتھیاروں کے زور سے اسے شکست دی،
ابراہیم میدان میں کام آیا، اور بابری فوجیں دہلی میں داخل ہو گئیں،

خاندانِ مغلیہ

بابر

ہندوستان کے رئیسوں اور راجوں کا خیال تھا کہ تیمور کی طرح بابر بھی لوٹ مار کر واپس چلا جائے گا، خود اس کے سپاہیوں نے بھی اس پر زور دیا، لیکن بابر ایسا نا سمجھ نہ تھا کہ اتنا بڑا ملک یوں ہی چھوڑ دیتا، چنانچہ وہ دہلی سے آگرہ آیا اور حکومت کی طرح ڈال دی، ہندی راجوں نے یہ رنگ دیکھا تو گھبرا اٹھے، رانا سانگا راجپوتوں کی دل بادل فوجوں کے ساتھ آگرہ کی طرف بڑھا، بابر نے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا، بیانہ کے پاس دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی، رانا سانگا زخمی ہو کر بھاگا۔ اور چند ہی دنوں میں مالوہ سے بنگالہ تک مغلوں کا قبضہ ہو گیا،

۹۳۷ھ/۱۵۳۰ء میں بابر کا انتقال ہو گیا اور اس کا بڑا لڑکا ہمایوں تخت پر بیٹھا،

ہمایوں

بابر نے سلطنت کی جو بنیادیں ڈال دی تھیں، امید تھی کہ ہمایوں کے زمانہ میں وہ اور مضبوط ہوں گی، لیکن پٹھانوں کی بغاوت اور اس سے زیادہ بھائیوں کی شرارت دبے وفائی نے ساری امیدیں خاک میں ملا دیں،

پٹھان مغلوں کو پسند نہ کرتے تھے، بابر کے مرتے ہی انھوں نے زور باندھا اور جگہ جگہ جھگڑے شروع ہو گئے، ادھر یہ ہو رہا تھا، ادھر گجرات کے بادشاہ بہادر شاہ سے لڑائی ٹھن گئی، ہمایوں پیچھا کرتا ہوا دور تک نکل گیا، اتنے میں بہار سے شیر شاہ کی بغاوت کی خبر ملی، فوراً ہمایوں آگرہ آیا اور وہاں سے بہار روانہ ہوا، شیر خاں ہٹ کر چھپتا چھپاتا جون پور جا پہنچا، ہمایوں بھی واپس ہوا، لیکن برسات نے ناک میں دم کر دیا، ادھر شیر شاہ نے بھلاوا دیکر ایسا سخت حملہ کیا کہ فوج کے پیر اکھڑ گئے، ہمایوں گرتا پڑتا بھاگا، اور بڑی مشکل سے گنگا پار کر کے آگرہ پہنچا، لیکن شیر شاہ کی فوجیں پیچھے تھیں، بچتا بچاتا

آگرہ سے دلّی اور دلّی سے پنجاب پہنچا، مگر بے مروت بھائیوں نے بات تک نہ پوچھی، مجبوراً سندھ کا رُخ کیا، یہیں امرکوٹ میں اکبر پیدا ہوا، (۹۴۹ھ / ۱۵۴۲ء) یہاں سے قندھار ہوکر ایران نکل گیا، جہاں بہت دنوں تک شاہ ایران کا مہمان رہا،

شیر شاہ سوری

ہمایوں کو شکست دے کر بنگال سے پنجاب تک شیر شاہ کا قبضہ ہو گیا، یہ اس آن بان کا آدمی تھا کہ معلوم نہیں کیا کچھ کر گذرتا لیکن افسوس کہ عمر نے ساتھ نہ دیا، بادشاہت کے پانچویں برس (۹۵۲ھ / ۱۵۴۵ء) میں بندیل کھنڈ کے مشہور قلعہ کالنجر پر دھاوا کیا تھا کہ بارود خانہ میں آگ لگ گئی، اس میں وہ ایسا جھلس گیا کہ بچ نہ سکا،

شیر شاہ انتظام کا اتنا پکا تھا کہ ان ہی گنتی کے چند برسوں میں سارے ملک کو آباد و گلزار کر دیا، اور بیسیوں سڑکیں، سرائیں، مسجدیں اور کنوئیں بن گئے، کسانوں اور غریبوں پر خاص توجہ تھی، بھوکے کیلئے لنگر خانہ جاری تھا، جس میں کہا جاتا ہے کہ ہر سال ایک لاکھ اسّی ہزار اشرفیاں خرچ ہوتی تھیں،

سلیم شاہ

شیرشاہ کے بعد اس کا بیٹا سلیم بادشاہ ہوا، اور نوسال تک باپ کا نام زندہ کئے رہا، اس کے بعد ۹۶۰ھ/۱۵۵۲ء میں عادل شاہ تخت پر بیٹھا، لیکن اتنا نکما نکلا کہ باپ دادا کی عزت خاک میں مل گئی ہیمو بقال کی وزارت نے اور تباہ کیا، سارے ملک میں جھگڑے فساد اُٹھ کھڑے ہوئے، ہمایوں کے لئے اس سے بڑھ کر اور کون موقع ہو سکتا تھا، فوراً بڑھ کر دہلی پر قبضہ کر لیا، ہیمو مقابلے کے لئے بڑھ ہی رہا تھا کہ ہمایوں کتب خانہ کے زینہ سے گر پڑا اور مر گیا،

اکبر

ہمایوں جس وقت مرا ہے، اکبر اپنے اتالیق بیرم خاں کے ساتھ پنجاب میں تھا، اس وقت اس کی عمر صرف پونے چودہ برس کی تھی، پانی پت کے میدان میں ہیمو سے مقابلہ ہوا، ہیمو شکست کھا کر گرفتار ہوا اور مارا گیا، (۹۶۴ھ/۱۵۵۶ء) اس واقعہ کے بعد پٹھانوں کی قوت ختم ہوگئی، اور پھر سے مغلوں کا اثر جمنے لگا، کئی برس تک

بیرم خاں نے اتالیقی کی، لیکن بعد کو ان بن ہونے لگی، آخر حج کے ارادہ سے گجرات آیا، جہاں ایک پٹھان نے اپنے باپ کے بدلے میں مار ڈالا، بیرم خاں کے بعد خود اکبر پر سلطنت کا بوجھ پڑ گیا، امیروں اور صوبہ داروں نے لڑکا سمجھ کر بغاوتیں شروع کر دیں، لیکن چند ہی دن میں انھیں نظر آگیا کہ اکبر بوڑھوں کی عقل اور جوانوں کی طاقت رکھتا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں سارے جھگڑے مٹ گئے، اور شاہی فوجیں آگے بڑھنے لگیں، چتوڑ کی فتح نے راجپوتانہ کے دروازے کھول دیئے، اور صدیوں تک راجپوت مغلوں کے ساتھ ایسے رہے کہ آپس میں شادی بیاہ ہونے لگا، خود اکبر نے جے پور کی جیا رانی سے شادی کی، اور اپنے بیٹے جہانگیر کی شادی رانی جودھا بائی سے کی،

سنہ ۹۸۰ھ / ۱۵۷۲ء میں گجرات فتح ہوا، سنہ ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء میں بہار پر قبضہ ہوا، جہاں سے آہستہ آہستہ سارا بنگال قابو میں آگیا، سنہ ۹۹۵ھ / ۱۵۸۶ء میں کشمیر فتح ہوا، سنہ ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۱ء میں سندھ و قندھار فتح ہوئے، سنہ ۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۵ء میں برار اور سنہ ۱۰۰۹ھ / ۱۶۰۰ء میں خاندیس و احمد نگر پر قبضہ ہوا، آخر کار پچاس برس کی سلطنت کے بعد سنہ ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء میں اکبر کا انتقال ہو گیا،

اکبر پڑھا لکھا نہ تھا، اسی وجہ سے اپنے مذہبی عقائد میں ڈگمگا گیا تھا، لیکن انتظام کا ایسا سلیقہ تھا کہ چالیس پچاس برس میں قندھار سے آسام کی پہاڑیوں تک اور کشمیر سے حیدر آباد کے کناروں

تک سلطنت کی حدیں پھیل گئیں، اور اس کی جڑیں اتنی مضبوط ہوگئیں کہ ڈیڑھ دوسو برس تک مغلوں کا نام زندہ رہا،

جہانگیر

اکبر کے بعد اس کا لڑکا سلیم جہانگیر کے نام سے تخت پر بیٹھا، بھائیوں کا انتقال باپ کے سامنے ہی ہو چکا تھا، اب صرف خود اس کا بیٹا خسرو بادشاہت کی فکر میں تھا، مگر باپ کے اقبال نے ایک نہ چلنے دی، اور چند ہی دن میں پکڑ کر قید کر دیا گیا،

جہانگیر میں اکبر کی سی چستی نہ تھی، ناز و نعم میں پرورش پائی تھی، اسلئے آسایش پسند تھا، لیکن پھر بھی اتنا سلیقہ تھا کہ بیس بائیس برس تک سلطنت تھمی ہی نہیں رہی بلکہ آگے بڑھتی اور پھیلتی رہی، راجپوتانہ اکبر کے سامنے ہی قابو میں آگیا تھا، اور اودے پور باقی تھا، وہ جہانگیر کے زمانہ میں سرا ہوا، اور شاہزادہ خرم (شاہجہاں) ۱۰۲۳ھ ۱۶۱۴ء میں رانا کو دربار میں لے آیا، اسی طرح احمد نگر جس کا کچھ حصہ اکبر کے زمانہ میں فتح ہوا تھا، اب پورے طور پر قبضہ میں آیا، (۱۰۳۵ھ ۱۶۲۵ء)

(۱۰۳۰ھ ۱۶۲۰ء) میں دکن میں ملک عنبر نے بغاوت کی، باپ کے حکم سے خرم وہاں گیا، اور اپنی ہمت و مستعدی سے دشمنوں کو چور کر دیا، یہ قصہ نپٹا ہی تھا کہ قندھار پر ایرانیوں نے قبضہ کر لیا، جہانگیر نے پھر خرم کو

حکم دیا، لیکن اب کی خرم کے دل میں کھٹک ہوئی کہ کہیں سوتیلی ماں نورجہاں اس طرح اسے ہٹا کر اپنے عزیز شہریار کے لئے راستہ تو نہیں صاف کر رہی ہے، یہ سوچ کر شہزادہ قندھار کی بجائے آگرہ کی طرف بڑھا، لیکن شاہی سپہ سالار مہابت خاں نے بڑھ کر شکست دی، مگر مہابت خاں کا اثر بھی نورجہاں کو پسند نہ آیا، کیونکہ وہ شہزادہ پرویز کا طرف دار تھا، مہابت خاں یہ رنگ دیکھ کر بھڑکا، اور موقع پاکر جہانگیر اور نورجہاں دونوں کو قید کر لیا، (۱۰۳۵ھ ۱۶۲۵ء) لیکن کچھ دنوں بعد اس کے آدمیوں میں آپس میں چل گئی، یہ موقع دیکھ کر نورجہاں بادشاہ کو لے کر نکل آئی، اب مہابت خاں کو جان کے لالے پڑ گئے، آخر شہزادہ خرم کے ساتھ مل گیا، یہ ۱۰۳۶ھ ۱۶۲۶ء کا واقعہ ہے، اسی سال دکن میں شہزادہ پرویز کا انتقال ہو گیا، اس کے چند ماہ بعد ۱۰۳۷ھ ۱۶۲۷ء میں خود جہانگیر لاہور میں وفات پا گیا،
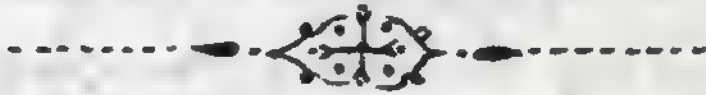
شاہجہاں

جہاں گیر کے انتقال کے بعد شاہزادہ خرم شاہ جہاں کے نام سے تخت پر بیٹھا، اس کے زمانہ میں ہندوستان کو کافی ترقی ہوئی، ملک کی آمدنی میں سے صرف مالگذاری ساڑھے ستائیس کرور تک پہنچ گئی، قسم قسم کی عمارتیں تیار ہوئیں، آگرہ کا تاج محل، دہلی کا لال قلعہ اور جامع مسجد آج بھی اس کی نفاست و خوش ذوقی کی گواہ ہیں، ان خوبیوں کے ساتھ حکومت کو بھی کافی ترقی ہوئی، دکن میں مغلوں کا اثر پہلے ہی جم چکا تھا، اب ۱۰۴۱ھ ۱۶۳۱ء میں دولت آباد اور احمد نگر کے علاقے پورے طور پر قبضے میں آگئے، چار برس کے بعد خود شاہجہاں دکن گیا اور بیجاپور کی ریاست نے بھی ماتحتی قبول کر لی،

جہانگیر کے زمانہ میں قندھار پر ایرانیوں نے قبضہ کر لیا تھا، ۱۰۴۷ھ ۱۶۳۷ء میں وہاں کے گورنر علی مردان اور شاہ ایران میں کچھ ان بن ہوگئی، اس پر علی مردان خفا ہو کر شاہجہاں کے پاس چلا آیا اور قندھار پھر مغلوں کے قبضہ میں آگیا، اس کے بعد شاہی فوجوں نے بلخ و بدخشاں پر بھی قبضہ کرنا چاہا، لیکن کامیابی نہ ہوسکی،

۱۰۶۷ھ ۱۶۵۷ء میں شاہ جہاں بیمار ہوا، اس وقت بڑا شاہزادہ دارا شکوہ دہلی ہی میں باپ کے پاس تھا، شجاع بنگال میں تھا، مراد گجرات میں تھا، اور اورنگ زیب دکن میں تھا، دارا پہلے ہی سے باپ کے مزاج میں دخیل تھا، بیماری کے زمانہ میں سارا کاروبار اسی کے ہاتھ میں آگیا، ادھر یہ ہوا ہی تھا، ادھر یہ خبر پھیلنے لگی کہ بادشاہ کا انتقال ہوگیا، اب ہر بھائی نے آگرہ کا رخ کیا، دارا نے بھی روک تھام کا ارادہ کیا، شجاع بنارس کے قریب تک پہنچ چکا تھا، لیکن دارا کے بیٹے سلیمان شکوہ نے بڑھ کر ایسی شکست دی کہ بنگال کی طرف واپس ہونا پڑا، مراد اور اورنگ زیب کے مقابلہ میں راجہ جسونت سنگھ روانہ ہوا، اجین کے قریب سخت مقابلہ ہوا، لیکن آخر میں راجہ کے آدمیوں کو سخت شکست ہوئی، اب دارا خود ایک زبردست فوج لے کر آگے بڑھا، آگرہ کے قریب سامو گڑھ کے پاس دونوں کا مقابلہ ہوا، یہاں بھی دارا کو شکست ہوئی، اور اورنگ زیب نے بڑھ کر آگرہ پر قبضہ کر لیا، شاہجہاں دارا کا پہلے بھی طرف دار تھا، ان واقعات کے بعد اورنگ زیب سے اور بھی ناراضگی بڑھی، نوبت یہاں تک پہنچی کہ اورنگ زیب کو اپنی خیر اسی میں نظر آئی کہ اسے نظر بند کیا جائے، چنانچہ شاہجہاں، آگرہ کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا، جہاں زندگی کے دن پورے ہوئے،

اورنگ زیب عالمگیر

ان قصوں سے نپٹ کر اورنگ زیب لاہور کی طرف بڑھنا چاہتا تھا، جہاں داراشکوہ پھر لڑائی کا سامان کر رہا تھا کہ مراد کی طرف سے شبہہ پیدا ہوا اور وہ بھی قید کر دیا گیا، اب اورنگزیب لاہور کی طرف چلا، دارا ملتان کی طرف ہٹا، لیکن اورنگ زیب کا رُخ دیکھ کر سندھ اور سندھ سے گجرات چلا آیا، اور یہاں کے حاکم سے مل کر پھر قسمت آزمانے کا ارادہ کیا، اجمیر کے پاس عالمگیری فوجوں سے مقابلہ ہوا، اب کی بھی دارا نے شکست کھائی، اور بھاگ کر کچھ ہوتا ہوا، پھر سندھ پہنچا، یہاں ملک جیون نامی ایک زمیندار نے اس کو پکڑ کر اورنگ زیب کے پاس بھیجدیا اور وہ قتل کر دیا گیا،

دارا کی طرح شجاع سے بھی اورنگزیب کا معرکہ ہوا، شجاع بڑی بہادری سے لڑا، لیکن تقدیر اورنگ زیب کے ساتھ تھی، شجاع شکست کھا کر بھاگا، اور بنگال و آسام ہوتا ہوا اراکان (متصل چاٹگام) پہنچا، اراکان کے راجہ کے ہاتھ سے مارا گیا، اب

اورنگ زیب بے کھٹکے سارے ہندوستان کا بادشاہ تھا آپس
کے ان جھگڑوں کے بعد اس نے ملک کی طرف توجہ کی، اور اپنی
ہمت و بہادری اور عقل و تدبیر سے تبت و کشمیر سے میسور تک اور
بلخ کی سرحد سے برما کے کناروں تک مغل حکومت قائم کردی،
دکن کی کئی ریاستوں پر پہلے ہی قبضہ ہو چکا تھا، اورنگ زیب
کے زمانہ میں گولکنڈہ اور بیجاپور بھی مغلیہ حکومت میں شامل ہو گئے،
اور آئے دن کے جھگڑوں سے نجات ملی، اب مرہٹوں کی طرف توجہ
ہوئی، جو ان دکنی ریاستوں کی شہ پاکر زور پکڑتے جارہے تھے،
ان دنوں سیواجی نامی ایک شخص ان کا سردار تھا، راجہ جے سنگھ
نے گھیر گھار کر مرہٹوں کو شکست دی، مجبور ہو کر سیواجی نے ہتھیار
ڈال دیئے اور جے سنگھ کے ساتھ اورنگ زیب کے دربار میں حاضر
ہوا، اورنگ زیب نے بڑی عنایت کی، اور راجہ جے سنگھ کے برابر
پنجہزاری کا درجہ دیا، لیکن سیواجی اس پر راضی نہ ہوا، اور تدبیر
سے نکل کر پھر اپنے ملک میں پہنچ گیا، اور لڑتے بھڑتے زندگی
گذار دی، ۱۰۹۱ھ میں سیواجی کے مرنے پر اس کا بیٹا سنبھا باپ
کا وارث بنا، جو کچھ دن لڑکر گرفتار ہوا اور مارا گیا، اس کے بعد
اس کا لڑکا ساہو درباری امیروں میں شامل کر لیا گیا، ساہو کے
بھائی رام راجا نے مقابلہ کیا، مگر عالمگیر کی فوجوں نے اسے شکست
دیکر سارے علاقوں اور قلعوں پر قبضہ کر لیا، اس طرح اورنگ زیب

کی وفات سے دو تین برس پہلے مرہٹوں کی بغاوت کا بالکل خاتمہ ہوگیا،
یہ تو دکن کا حال تھا، اتر میں سکھوں، راجپوتوں اور ست نامی
فقیروں نے زور باندھا تھا، لیکن عالمگیری تدبیروں نے سب کو
شکست دی، ست نامیوں کو راجہ بشن سنگھ نے چور چور کر دیا، سکھوں
کا زور بھی دھیرے دھیرے اتنا کم ہوا کہ ۱۱۱۹ھ میں گرد گوبند سنگھ
عاجز ہو کر پنجاب سے دکن چلے گئے، راجپوتانہ میں راجہ جسونت سنگھ نے
۱۰۸۹ھ میں بڑی بغاوت مچا دی، شہزادہ اکبر بھی اس کے ساتھ مل گیا، لیکن
اورنگ زیب ذرہ بھی ہراساں نہ ہوا، آخر راجہ کو شکست ہوئی
شہزادہ گھبرا کر ایران بھاگا، جہاں ۱۱۱۶ھ میں مر گیا، غرض کہ
اورنگ زیب کے سامنے سارے دشمن دب گئے، اور اتر دکھن
پورب، پچھم ہر جگہ اس کی بادشاہی قائم ہو گئی، ۱۱۱۸ھ میں
پچاس برس کی سلطنت کے بعد اورنگ آباد میں وفات پائی، مرتے
وقت نوے برس سے زیادہ کا سن تھا، اورنگ زیب بڑا دیندار
و پرہیزگار تھا، اس نے کبھی سلطنت کا ایک پیسہ بھی اپنی ذات
پر خرچ نہیں کیا، بلکہ کبھی ٹوپی بنا کر کبھی قرآن مجید لکھ کر اپنی گذر
کرتا تھا، رعایا کی دیکھ بھال اور ان کے آرام و آسایش کی بڑی
فکر تھی، اس نے اپنی توجہ سے سلطنت کی قوت اتنی بڑھا دی تھی کہ
سیکڑوں برس تک جنبش نہ ہوتی، لیکن اس کے بودے اور کمزور
جانشین اسے سنبھال نہ سکے، اور چند ہی برس میں سب کل پرزے

ڈھیلے ہونے لگے،

محمد معظم شاہ عالم بہادر شاہ اوّل

اورنگ زیب کے مرنے کے بعد اس کے تینوں بیٹے معظم، اعظم کام بخش میں جھگڑے شروع ہو گئے، معظم نے لڑائی بہت ٹالی، لیکن اعظم و کام بخش آگے پیچھے بھڑ ہی گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں مارے گئے اور معظم شاہ عالم بہادر شاہ اوّل کے نام سے تخت پر بیٹھ گیا،

اس موقع پر اودے پور اور جودھ پور کے راجوں نے بھی سر اٹھایا لیکن شاہزادہ عظیم الشان نے انھیں جلد دبا دیا، سکھوں نے بھی ہمیشہ کی طرح اب کی بھی ہاتھ پیر نکالے، اور بندہ بیراگی کے ساتھ بڑا زور باندھا، مگر تھوڑے ہی دنوں میں شاہی فوجوں نے انھیں چور کر دیا،

۱۱۲۳ھ ۱۷۱۲ء میں شاہ عالم کا انتقال ہو گیا،

مغلوں کے آخری دور کے بادشاہ

اورنگ زیب کے بعد شہزادوں کے آپس کے جھگڑوں، سکھوں اور راجپوتوں کی لڑائیوں سے سلطنت کو جو دھچکے لگے تھے، معظم شاہ نے انھیں بہت سنبھالا، لیکن پانچ ہی برس کے بعد اس کا انتقال ہوگیا تاہم اتنے ہی دنوں میں ملک کی حالت اتنی سنبھل گئی تھی کہ اگر اب بھی مغل شاہزادے سمجھ سے کام لیتے تو صدیوں تک ان کی دھاک قائم رہتی، لیکن افسوس کہ ان کے لڑائی جھگڑوں کا وہی حال رہا، نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی برس میں سلطنت کی چولیں ہل گئیں،

معظم شاہ کے بعد پھر خاندانی جھگڑے شروع ہوئے، آخر بھائیوں کو ختم کرکے جہاندار شاہ تخت پر بیٹھا، لیکن چند ہی مہینوں میں دوسرے بھائی شہزادے عظیم الشان کے لڑکے فرخ سیر نے چڑھائی کی، جہاندار شاہ کو شکست ہوئی، اور وہ پکڑ کر قتل کیا گیا، اب فرخ سیر بادشاہ ہوا، اس کے زمانہ میں بندہ پکڑ کر قتل ہوا، اور سکھوں کی ہل چل دب گئی، لیکن بارہہ کے سیدوں کا بڑا زور ہوگیا، کیونکہ ان ہی کی مدد سے اسے سلطنت حاصل ہوئی تھی، رفتہ رفتہ حالت یہاں تک پہنچی کہ امیروں اور سرداروں کا کیا ذکر ہے، خود بادشاہ کا ناطقہ تنگ ہوگیا،

آخر اس نے عاجز ہو کر ان کا زور توڑنا چاہا، مگر سیدوں نے خود اسی کو پکڑ کر قید کر دیا، جہاں کچھ دنوں کے بعد مار ڈالا گیا،

فرخ سیر کے بعد آگے پیچھے رفیع الدرجات اور رفیع الدولہ دو بادشاہ تخت پر بٹھائے گئے، لیکن پانچ ہی مہینہ میں دونوں کا انتقال ہو گیا، اور محمد شاہ تخت پر بیٹھا، اس کے زمانہ میں سیدوں نے دکن کے حاکم نظام الملک پر چڑھائی کی، مگر شکست کھائی، اس کے بعد کچھ امراء کی سازش سے سید حسین قتل ہوا، سید حسین کے قتل کے بعد محمد شاہ نے سید عبد اللہ کے خلاف جنگ کی، اور اس کو گرفتار کر کے ایک قلعہ میں قید کر دیا گیا، جہاں وہ پہلی محرم ۱۱۳۵ھ (۱۱ اکتوبر ۱۷۲۲ء) ملک عدم کو سدھارا، محمد شاہ میں اگر ہمت و صلاحیت ہوتی تو اب سلطنت کے سنبھالنے کا موقع تھا، مگر یہ عیش و آرام کا بندہ تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت جس کی بنیادیں پہلے ہی ہل گئی تھیں، اب اور کمزور ہو گئی، اور جو جہاں تھا وہیں خود مختار بن گیا، مرہٹوں کی لوٹ مار نے سارے ملک میں آفت مچا دی، اسی زمانہ میں ایک اور مصیبت یہ آئی کہ ایران کے بادشاہ نادر شاہ کے چند باغی بھاگ کر ہندوستان چلے آئے، اس نے محمد شاہ کو لکھا کہ انھیں واپس کر دے، لیکن یہاں عیش و نشاط میں اتنا ہوش کہاں تھا، غصہ میں نادر شاہ ہندوستان کی طرف بڑھا، (۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۸ء) آصف جاہ نے بیچ میں پڑ کر معاملہ سلجھانا چاہا، لیکن اودھ کے صوبہ دار برہان الملک نے بھڑا ہی دیا، پھر

کیا تھا، خون کی ندیاں بہ نکلیں، آخر بڑی آفت کے بعد شاہجہاں کا تختِ طاؤس کوہ نور ہیرا، اور کروروں روپیے کی دولت لے کر نادر شاہ واپس ہوا،

اس حملہ نے مغلوں کا اثر بالکل ختم کر دیا، ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء میں محمد شاہ کا انتقال ہو گیا، اور اس کا لڑکا احمد شاہ تخت پر بیٹھا، لیکن ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء میں اس کو تخت سے اتار کر قید خانہ میں ڈال دیا گیا، اور معظم شاہ کے پوتے کو عالمگیر ثانی کے نام سے بادشاہ بنایا، ادھر یہ ہو رہا تھا اُدھر نادر شاہ کے مرنے پر احمد شاہ ابدالی نے افغانستان اور پنجاب پر قبضہ کر لیا، عالمگیر ثانی کے زمانہ میں وزیر غازی الدین نے پنجاب پر قبضہ کرنا چاہا، لیکن احمد شاہ نے بڑھ کر روک تھام کی، اور نجیب الدولہ کو اپنا نائب بنا کر واپس ہوا، اب غازی الدین نے مرہٹوں کو بلا کر پنجاب سے دہلی تک ان کا قبضہ کرا دیا، یہ دیکھ کر احمد شاہ پھر ہندوستان آیا، غازی الدین خبر سنتے ہی بڑا گھبرایا، اور عالمگیر ثانی کو قتل کر کے سورج مل جاٹ کی پناہ لی، پانی پت کے مشہور میدان میں ابدالی اور مرہٹوں سے مقابلہ ہوا، (۱۱۷۴ھ/۱۷۶۱ء) مرہٹوں نے بڑا زور دکھایا لیکن شکست کھائی، اور ان کے دو لاکھ آدمی مارے گئے،

احمد شاہ دہلی کی بادشاہت شاہ عالم ثانی کے سپرد کر کے واپس واپس ہوا، لیکن اب مغلوں میں حکومت کا دم ہی کہاں تھا، چند دن میں یہ سارا کیا کرایا بیکار گیا، بادشاہی کے بعد شاہ عالم نے

نواب اودھ شجاع الدولہ کے ساتھ مل کر بنگال پر حملہ کیا، لیکن انگریزوں نے پٹنہ کے پاس شکست دی، اس کے کچھ دنوں کے بعد بنگال و بہار کے حاکم میر قاسم کے ساتھ ہو کر پھر جنگ میں شریک ہوا، لیکن بکسر کے مقام پر پھر شکست ہوئی، (۱۱۷۸ھ ۱۷۶۴ء) بادشاہ کو انگریزوں سے چھبیس ۲۶ لاکھ سالانہ ملنے لگے،

دس برس تک اس طرح زندگی بسر کرنے کے بعد مرہٹوں نے پھر سبز باغ دکھایا، اور شاہ عالم دہلی چلا آیا، جہاں ایک عرصہ تک بڑی مصیبت میں گرفتار رہا، غلام قادر روہیلہ نے ایک روز اس کی آنکھیں نکلوا دیں، اور اس کو قید کر دیا، آخر انگریزوں کی مدد سے اس آفت سے چھٹکارا ملا، اور سالانہ پنشن مقرر ہو گئی، شاہ عالم کے بعد ۱۲۲۱ھ ۱۸۰۶ء میں اس کا اکبر ثانی اور اس کے بعد ۱۲۵۳ھ ۱۸۳۷ء میں اس کا بیٹا ابو ظفر بہادر شاہ ثانی دو اور بادشاہ ہوئے، لیکن نام کے سوا ان کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا، ۱۲۷۴ھ ۱۸۵۷ء کے غدر میں یہ نام بھی ختم ہو گیا، بہادر شاہ گرفتار ہو کر رنگون میں نظر بند کر دیئے گئے، جہاں اسی حالت میں ۱۲۷۹ھ ۱۸۶۲ء میں ان کا انتقال ہو گیا، اور مغل حکومت کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا،
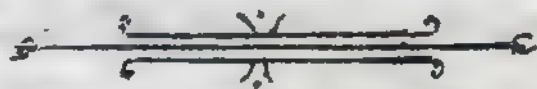
انگریزوں کا زمانہ

ہندوستان کی دولت و مالداری کے قصے ساری دنیا
میں مشہور تھے، یورپ کی قوموں کو بھی عرصہ سے نفع اٹھانے کی
فکر تھی، اسی دھن میں پرتگیز جہازی واسکوڈی گاما، ایک عرب
مسلمان کی مدد سے ۹۰۴ھ ۱۴۹۸ء میں کالی کٹ پہنچا، اور سمندر کا یہ نیا راستہ
کھل گیا، پرتگیزوں کی دیکھا دیکھی ہالینڈ، جرمنی، سوئڈن،
فرانس اور انگلستان کے سوداگروں نے بھی ہندوستان کا رُخ
کیا، لیکن تھوڑے ہی دنوں میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے سوا سب
کے قدم اکھڑ گئے، آگے چل کر فرانس کو بھی سامنے سے ہٹنا پڑا اور
انگریزوں کے لئے میدان بالکل صاف ہو گیا،

انگریز سوداگر سولھویں صدی عیسوی کے ختم ہوتے ہوتے
ہندوستان پہنچ چکے تھے، ۱۰۰۹ھ ۱۶۰۰ء میں ملکہ الزبتھ کی اجازت سے
باضابطہ ایسٹ انڈیا کمپنی بھی قائم ہو گئی، سو ڈیڑھ سو برس تک اس
کمپنی نے صرف تجارت سے سروکار رکھا، پرتگیزوں اور ولندیزوں
کی دیکھا دیکھی، ایک آدھ مرتبہ حکومت کی ترنگ آئی تھی، لیکن

مغل سپہ سالاروں نے ایسا چور کیا کہ پھر عرصہ تک ہمت نہ ہوئی، مگر جب اورنگ زیب اور معظم شاہ کے بعد مغلیہ خاندان کی بنیادیں ہلنے لگیں اور سارے ملک میں لڑائی جھگڑے شروع ہوئے، تو انگریزوں کو پھر فوجی طاقت کا خیال ہوا، انگلستان اور فرانس کی لڑائی اور دکن کے ریاستی جھگڑوں نے اس خیال کو اور مضبوط کیا، اور انگریز بھی میدان میں اتر آئے،

حیدر آباد و کرناٹک

سنہ ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء میں دکن کے نواب آصف جاہ کا انتقال ہوا، ناصر جنگ باپ کی گدی پر بیٹھا، لیکن اس کے بھانجے مظفر جنگ نے بغاوت کی اسی زمانہ میں کرناٹک کے نواب انور الدین کے خلاف ایک دوسرا شخص چندا صاحب کوشش کر رہا تھا، اس جھگڑے میں فرانسیسی نواب مظفر جنگ اور چندا صاحب کے ساتھ تھے، سنہ ۱۱۶۲ھ / ۱۷۴۹ء میں نواب انور الدین لڑائی میں مارا گیا، نواب ناصر جنگ سے جیتنا آسان نہ تھا، لیکن چالبازی اور جوڑ توڑ سے وہ بھی مارا گیا، (سنہ ۱۱۶۳ھ / ۱۷۵۰ء) اور حیدر آباد کے تخت پر مظفر جنگ کا قبضہ ہو گیا، فرانس کے اس بڑھتے ہوئے اثر سے انگریزوں کو بھی فکر ہوئی، اور وہ نواب انور الدین کے لڑکے محمد علی کے ساتھ ہو گئے، لڑائی میں محمد علی کو فتح ہوئی،

(۱۱۶۴ھ ؍ ۱۷۵۱ء) اور کرناٹک پر انگریزوں کا اثر قائم ہو گیا،

بنگال

دکن کے ان قصوں کے کچھ ہی عرصہ بعد بنگال بھی انگریزوں کے ہاتھ آگیا، ۱۱۶۹ھ ؍ ۱۷۵۶ء میں نواب علی وردی خاں کا انتقال ہوا، اور اس کا نواسہ نواب سراج الدولہ تخت پر بیٹھا، نئے نواب کو ابھی دو ہی مہینے ہوئے تھے کہ چند مجرم اس کے یہاں سے بھاگ کر انگریزوں کے پاس کلکتہ چلے گئے، نواب نے ان مجرموں کو واپس بلانا چاہا، لیکن انگریزوں نے انکار کر دیا، یہ حرکت سراج الدولہ کو بہت ناگوار ہوئی، اس نے خفا ہو کر کلکتہ پر حملہ کر دیا، اور انگریزوں کو بڑی طرح شکست ہوئی،

یہ خبر مدراس پہنچی تو وہاں آفت مچ گئی، کلایو اور جنرل واٹسن فوج لے کر روانہ ہوئے، نواب کے آدمیوں کی غفلت سے بہت ہی معمولی جھڑپ کے بعد کلکتہ پر پھر قبضہ کر لیا، اب انگریز خاص پائے تخت مرشد آباد کی طرف بڑھے، جون ۱۱۷۱ھ ؍ ۱۷۵۷ء کو پلاسی کے مقام پر نواب سے مقابلہ ہوا، لیکن درباری امیروں کی سازباز خصوصاً سپہ سالار میر جعفر کی دغابازی سے سراج الدولہ کو شکست ہوئی، اور اس چند گھنٹے کی لڑائی نے سارا بنگال انگریزوں کے ہاتھ میں دیدیا، میر جعفر تخت پر بٹھایا گیا، لیکن کچھ دن بھی عیش کرنے نہ پایا

تھا کہ اسے ہٹا کر حکومت اس کے داماد میر قاسم کے سپرد کر دی گئی (۱۱۷۴ھ ۱۷۶۰ء)

میر قاسم بڑا منتظم اور نہایت سمجھ دار نواب تھا، اس نے چاہا کہ ملک کا انتظام درست کر دے، لیکن انگریزوں سے بن نہ سکی، آخر لڑائی کا ایک ایسا بہانہ نکل ہی آیا، انگریزی کمپنی کو مال کا محصول معاف تھا، لیکن اس کے ملازم بھی اس سے فائدہ اٹھانے لگے، میر قاسم نے روکنا چاہا، مگر جب اس میں کامیابی نہ ہو سکی تو سرے سے محصول ہی اڑا دیا، اور سب لوگ یوں ہی مال لانے لے جانے لگے، لیکن یہ بات انگریز ملازموں کو پسند نہ آئی، بات بڑھی، اور لڑائی تک نوبت پہنچی، میر قاسم نے بڑی ہمت سے کام لیا، لیکن اس کے سردار انگریزوں سے مل چکے تھے، نتیجہ ظاہر تھا شکست پر شکست ہوئی، اب میر قاسم نے ایک اور کوشش کی، دہلی کے بادشاہ شاہ عالم اور اودھ کے نواب شجاع الدولہ کی مدد سے پھر جنگ کا سامان کیا، لیکن بکسر کے مقام پر ان سب کو شکست ہوئی، (۱۱۷۸ھ ۱۷۶۴ء) میر قاسم بھاگ کر لاپتہ ہو گیا، شاہ عالم اور شجاع الدولہ نے انگریزوں سے صلح کر لی، بادشاہ نے ۲۶ لاکھ سالانہ پر بہار و بنگال کی دیوانی ان کے سپرد کر دی، اور کلکتہ سے دہلی تک انگریزوں کا اثر قائم ہو گیا، یہ سارے معاملے کلایو کے ہاتھوں طے پائے، اس لئے ہندوستان میں اسے انگریزی حکومت کا بانی کہا جاتا ہے،

مرہٹے

۱۱۸۱ھ / ۱۷۶۷ء میں کلایو انگلستان واپس گیا، اس کے بعد چار یا پانچ
برس ورلسٹ اور کارٹیر نے قائم مقامی کی، آخر ۱۱۸۶ھ / ۱۷۷۲ء میں وارن ہیسٹنگز
بنگال کا گورنر مقرر ہوا، جب ۱۱۸۸ھ / ۱۷۷۴ء میں ترقی دیکر گورنر جنرل کر دیا
گیا، یہ بھی کلایو کی طرح انگریزی حکومت کا بانی سمجھا جاتا ہے، اس کے
زمانہ میں مرہٹوں سے بھی لڑائی شروع ہو گئی، مرہٹوں کی فوجی زندگی
بیجاپور اور احمد نگر کی لڑائیوں سے شروع ہوتی ہے، سیواجی کے زمانہ
زمانہ میں یہ رنگ اور تیز ہوا، لیکن اورنگزیب کی قوت کے سامنے
کامیابی نہ ہو سکی، سیواجی کے بعد اسکا لڑکا سنبھا باپ کا وارث ہوا،
(۱۰۹۰ھ / ۱۶۷۹ء) لیکن جلد ہی گرفتار ہو کر مارا گیا، سنبھا کے بعد اس کا لڑکا ساہو
شاہی امیروں میں شامل کر لیا گیا، اور اورنگزیب کے دربار میں رہنے لگا،

آگے چل کر یہی ساہو مغلوں کی ماتحتی میں مرہٹوں کا سردار ہوا،
جیسے جیسے مغل کمزور ہوتے گئے، مرہٹوں کی طاقت بڑھتی گئی، یہانتک
کہ وہ سارے ہندوستان کی بادشاہت کا خواب دیکھنے لگے، اور
اگر درمیان میں احمد شاہ ابدالی سے لڑائی نہ ہو جاتی تو اس خیال
کے پورا ہونے میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی، لیکن پانی پت کی لڑائی

(۱۷۶۱ء) نے کچھ دنوں کے لئے ان کی قوت چور چور کر دی، مگر مرہٹوں نے جلد ہی پھر سنبھالا لیا اور چند ہی برس بعد ان کے سوار پھر ادھر ادھر گشت کرنے لگے، لیکن سیواجی کا خاندان زیادہ دنوں نہیں چل سکا، بلکہ پانی پت کی اس جنگ سے پہلے ہی حکومت سے بے دخل ہو گیا، خود ساہو جی کی زندگی میں پیشوا وزیروں نے سلطنت پر اپنا اثر جما لیا تھا، بعد کو ان کا پورا قبضہ ہو گیا، پیشوا کا یہ رنگ دیکھ کر ماتحت سرداروں کو بھی فکر ہوئی اور موقع موقع سے گائیکواڑ (بڑودہ) سندھیا (گوالیار) ہلکر (اندور) اور بھونسلہ (ناگپور) نے اپنی اپنی الگ حکومتیں قائم کر لیں اور پیشوا کا اثر صرف نام کے لئے رہ گیا،

یہی حالات تھے جب انگریزوں سے مڈبھیڑ شروع ہوئی، پیشوا کے خاندانی جھگڑوں نے لڑائی کا سامان کیا، ۱۷۷۲ء میں پانچویں پیشوا مادھو راؤ کے قتل پر وراثت کا جھگڑا ہوا، اس کے چچا رگھوناتھ راؤ (رگھوبا) نے تخت پر قبضہ کیا، لیکن نانا فرنویس اور دوسرے مرہٹہ سردار نارائن راؤ کے چھوٹے لڑکے مادھو راؤ کو گدی پر بٹھانا چاہتے تھے، یہ دیکھ کر رگھوبا نے انگریزوں سے مدد مانگی، (۱۷۷۵ء) اب لڑائی نے ایک نیا رنگ اختیار کیا، اور مرہٹوں کے آپس کے جھگڑوں سے انگریزوں کو قدم بڑھانے کا موقع ملا، آخر پانچ سات برس کی جنگ کے بعد سالبائی کے صلح نامہ پر دستخط ہو گئے (۱۷۸۲ء) یعنی کہ پیشوائی حکومت نے رگھوبا کیلئے تین لاکھ سالانہ پنشن مقرر کر دی، اور مرہٹوں کے ساتھ انگریزوں کا مستقل تعلق قائم ہو گیا،

اس واقعہ کے بعد بیس برس کے قریب کوئی خاص چھیڑ چھاڑ نہیں ہوئی ۱۲۱۰ھ ۱۷۹۵ء میں پیشوا مادھوراؤ اور رانی اہلیا بائی کے انتقال ۱۲۱۵ھ ۱۸۰۰ء میں نانا فرنویس کی موت نے پھر مرہٹوں میں گرما گرمی پیدا کر دی، سندھیا اور ہلکر میں لڑائی تھی، اس جنگ میں پیشوا باجی راؤ سندھیا کے ساتھ تھا، لیکن پھر بھی کامیابی نہ ہو سکی، ہلکر نے پونہ پر قبضہ کر لیا، آخر باجی راؤ انگریزوں کی مدد سے پونہ پہنچا، اس حرکت سے مرہٹہ سردار بہت بگڑے اور سب نے مل کر چڑھائی کر دی، مگر انگریزی فوجوں نے شکست دی، اب سندھیا اور بھونسلا کو بھی انگریزوں کی ماتحتی قبول کرنی پڑی، ہلکر نے البتہ کچھ دم خم دکھایا، مگر آخر اسے بھی جھکنا پڑا، (۱۲۲۰ھ ۱۸۰۵ء)

اس کے بعد بارہ برس کے قریب صلح رہی، ۱۲۳۲ھ ۱۸۱۷ء میں مرہٹوں نے پھر سنبھالا لیا، لیکن برس ہی دو برس میں سب کو ہار ماننی پڑی، باجی راؤ کی آٹھ لاکھ سالانہ پنشن مقرر کر دی گئی، اور پیشوائی حکومت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا، (۱۲۳۳ھ ۱۸۱۸ء)، بھونسلا راج (ناگپور) ۱۲۶۹ھ ۱۸۵۲ء میں ختم ہوا، آخری راجہ کے کوئی اولاد نہ تھی، اس لئے لارڈ ڈلہوزی کے زمانہ میں یہ علاقہ انگریزوں سلطنت میں شامل کر لیا گیا، اس طرح اب مرہٹوں میں صرف گوالیار، بڑودہ اور اندور میں سندھیا، گائیکواڑ اور ہلکر کے خاندان باقی رہ گئے ہیں، لیکن اب تمام دیسی ریاستوں کی طرح ان کی ریاستیں بھی جمہوریۂ ہند میں شامل کر دی گئی ہیں، اور دوسرے راجاؤں اور نوابوں کی طرح ان لوگوں کو بھی گذارہ ملتا ہے،

میسور

مرہٹوں کے علاوہ انگریزوں کو میسور کے حاکم حیدر علی اور اس کے بیٹے ٹیپو سلطان سے سخت مقابلہ کرنا پڑا، جس کا سلسلہ ۱۱۸۰ھ/۱۷۶۶ء سے ۱۲۱۳ھ/۱۷۹۹ء تک پورے تینتیس برس جاری رہا، اس عرصہ میں معمولی چھیڑ چھاڑ اور چھوٹی موٹی لڑائیوں کے علاوہ چار بڑے سخت معرکے ہوئے، پہلی جنگ ۱۱۸۰ھ/۱۷۶۶ء میں شروع ہوئی، اور ۱۱۸۳ھ/۱۷۶۹ء تک جاری رہی، آخر انگریزوں کو دب کر صلح کرنی پڑی، دوسری لڑائی ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء میں شروع ہوئی اور ۱۱۹۸ھ/۱۷۸۴ء تک جاری رہی، اس میں کبھی حیدر علی کو فتح ہوئی کبھی انگریز جیتے لیکن آخر میں برابری کے ساتھ صلح ہوئی، اسی درمیان ۱۱۹۷ھ/۱۷۸۲ء میں حیدر علی نے وفات پائی، اور سلطان ٹیپو گدی پر بیٹھا، تیسری لڑائی ۱۲۰۴ھ/۱۷۹۰ء سے شروع ہوئی، اور ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء تک جاری رہی، اس مرتبہ نظام حیدر آباد اور مرہٹوں کی فوجیں بھی انگریزوں کے ساتھ تھیں، تقریباً دو برس تک جنگ کا سلسلہ جاری رہا، آخر ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء میں صلح ہوئی، اس مرتبہ ٹیپو بڑا پریشان ہوا قریب قریب آدھی سلطنت ہاتھ سے جاتی رہی، اس کے علاوہ تین کروڑ روپیہ نقد دینا پڑا،

چوتھی لڑائی ۱۲۱۳ھ/۱۷۹۹ء میں شروع ہوئی، اور چند مہینے میں انگریزی فوجوں نے پایہ تخت سرنگاپٹم کو گھیر لیا، باعزت صلح کی کوئی صورت نہ نکل سکی، انگریز ناحق سے کم کسی چیز پر راضی نہ تھے، اور یہ ذلت سلطان ٹیپو کو گوارا نہ تھی، نتیجہ ظاہر تھا، سرنگاپٹم فتح ہو گیا، ٹیپو سلطان لڑتا ہوا مارا گیا، اور میسور کی آزادی کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو گیا، ریاست کا ایک حصہ پرانے راجہ صاحب کو دیا اور باقی آپس میں بانٹ

لیا گیا، ٹیپو کے لڑکوں کی پنشن مقرر کردی گئی، اور انھیں ویلور کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا، اور پھر سیاسی خطرہ سمجھ کر وہاں سے کلکتہ بھیجدیا گیا،

پنجاب پر قبضہ

اب کلکتہ سے دہلی اور میسور سے ہمالیہ کی ترائی تک سارا ہندوستان انگریزوں کے قبضہ و اثر میں آگیا، صرف پنجاب میں سکھوں کی ایک آزاد ریاست رہ گئی تھی، جسے راجہ رنجیت سنگھ نے بہت مضبوط کر دیا تھا، رنجیت سنگھ نے اپنی زندگی بھر کسی نہ کسی طرح اس ریاست کو انگریزوں سے بچائے رکھا، لیکن ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء میں اسکے مرتے ہی ملک میں ایسی ابتری پھیلی کہ چھ برس میں آگے پیچھے چار راجے گدی پر بیٹھے اور مارے گئے، آخر ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء میں راجہ کا ایک چھوٹا لڑکا دلیپ سنگھ تخت پر بٹھایا گیا، لیکن فوج اب بھی قابو سے باہر تھی، آخر انگریزوں سے بھڑ ہی گئی، نتیجہ ظاہر تھا سکھوں کو سخت شکست ہوئی، اور دو ہی تین لڑائیوں میں انگریزوں نے بڑھ کر لاہور پر قبضہ کر لیا، مجبوراً کشمیر کا پورا ملک، پنجاب کا ایک بڑا حصہ، دستلج و بیاس کا دوآبہ) اور ڈیڑھ کرور نقد تاوان دیکر ماتحتی کے اقرار کے ساتھ صلح کرنی پڑی، مگر اس صلح کو دو برس بھی پورے نہ ہونے پائے تھے کہ ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۸ء میں پھر لڑائی ٹھن گئی، سکھ بڑی بہادری سے لڑے لیکن کامیابی نہ ہو سکی، دلیپ سنگھ کی پچاس ہزار پونڈ سالانہ پنشن مقرر کر دی گئی اور پنجاب پر انگریزوں کا پورا قبضہ ہو گیا، (۱۲۶۶ھ/۱۸۴۹ء)

سندھ - برما - اودھ

سنہ ۱۲۶۰ھ ۱۸۴۴ء میں سندھ کے امیروں سے لڑائی چھڑ گئی، اور خیر پور کے سوا سارے ملک پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ سنہ ۱۲۶۸ھ ۱۸۵۲ء میں برما کے راجہ سے پھر جنگ ہوئی پہلی لڑائی سنہ ۱۲۴۰ھ ۱۸۲۴ء میں ہوئی تھی، اب کی بھی راجہ کو شکست ہوئی، اور آسام کا صوبہ اور برما کا بڑا حصہ انگریزی سلطنت میں شامل کر لیا گیا۔ پھر سنہ ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۵ء میں باقی حصہ بھی لے لیا گیا، اور راجہ گرفتار کر کے ہندوستان بھیج دیا گیا،

سنہ ۱۲۷۳ھ ۱۸۵۶ء میں اسی طرح بد انتظامی کے نام سے اودھ پر بھی قبضہ کر لیا گیا، اور واجد علی شاہ کو بارہ لاکھ سالانہ پنشن دے کر کلکتہ میں نظر بند کر دیا گیا، اس طرح سو برس کے اندر کشمیر سے راس کماری اور درہ خیبر سے برما تک انگریزی راج قائم ہو گیا،

سنہ ۱۸۵۷ء کی ہلچل

سنہ ۱۲۷۴ھ ۱۸۵۷ء میں ہندوستان نے پھر سنبھالا لیا۔ جو مادہ عرصہ سے اندر ہی سلگ رہا تھا، ایک بار بھڑک اٹھا، دس مئی سنہ ۱۲۷۴ھ ۱۸۵۷ء کو میرٹھ چھاؤنی

کی ذرا سی فوجی شکایت نے آناً فاناً سارے ملک میں آفت مچادی، اور
ایسا معلوم ہونے لگا کہ بس انگریزوں کا چل چلاؤ ہے، لیکن پنجاب کے
سکھ اور دوسری ہندوستانی ریاستیں اس جنگ میں شریک نہیں ہوئیں،
بلکہ انگریزوں کو پوری مدد دی، ادھر ان لڑنے والوں میں کوئی ایسا
سردار نہ تھا جو ان کو سنبھالتا، اور قاعدہ سے کام کرتا، دہلی کے لال قلعہ
میں ابو ظفر بہادر شاہ کے سر پر تاج رکھا گیا، لیکن یہ روگ ان کے بس
سے باہر تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ سال ہی بھر کے اندر ہندوستانی سپاہیوں کا
زور ٹوٹ گیا، ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے، بہادر شاہ گرفتار
کر کے رنگون بھیج گئے، اور لال قلعہ کا آخری چراغ بھی گل ہو گیا،

انگریزی حکومت

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء کی اس ہلچل کے ساتھ کمپنی کا راج بھی ختم ہو گیا اور انگلستان
کی حکومت نے ہندوستان کا انتظام خود اپنے ہاتھ میں لے لیا، یکم نومبر
۱۲۷۵ھ / ۱۸۵۸ء کو الہ آباد میں ایک بہت بڑا دربار ہوا جس میں ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے
عام معافی کا اعلان کیا گیا، اور لوگوں کو اطمینان دلایا گیا کہ اب ان کے
ساتھ کوئی زیادتی نہ کی جائے گی،

اس وقت تک ہندوستان کا سب سے بڑا عہدہ دار گورنر جنرل کہلاتا
جو پانچ برس کے بعد بدل جاتا تھا، اتنے عرصہ میں (۱) وارن ہیسٹنگز
(۲) کارنوالس (۳) سر جان شور (۴) ولزلی (۵) سر جارج بارلو (۶) منٹو

(۷) ہیسٹنگز (۸) امہرسٹ (۹) ولیم بنٹنگ (۱۰) سرچارلس منکاف (۱۱) آکلینڈ (۱۲) النبرا (۱۳) ہارڈنج (۱۴) ڈلہوزی (۱۵) کننگ پندرہ گورنر جنرل آئے۔

کمپنی کی حکومت کے ساتھ ہی یہ عہدہ بھی بدلا اور گورنر جنرل کو وائسرائے (نائب شاہ) کا لقب دیا گیا۔ ۱۲۷۵ھ سے اس وقت تک (۱) لارڈ کیننگ (۲) لارڈ الگن (۳) سر جان لارنس (۴) لارڈ میو (۵) لارڈ نارتھ برک (۶) لارڈ لٹن (۷) لارڈ رپن (۸) لارڈ ڈفرن (۹) لارڈ لینسڈون (۱۰) لارڈ الگن دوم (۱۱) لارڈ کرزن (۱۲) لارڈ منٹو (۱۳) لارڈ ہارڈنگ (۱۴) لارڈ چیمسفورڈ (۱۵) لارڈ ریڈنگ (۱۶) لارڈ ارون (۱۷) لارڈ ولنگڈن (۱۸) لارڈ لنلتھگو اٹھارہ وائسرائے آچکے ہیں۔ ان کی مدت بھی پانچ سال ہوتی ہے۔ سب سے پہلے لارڈ کیننگ وائسرائے مقرر ہوا جس نے اپنی توجہ سے دو ہی تین برس میں ۱۸۵۷ء کا اثر دور کر دیا اور ملک میں پھر سے امن و امان قائم ہو گیا۔ اسی زمانہ میں کلکتہ، بمبئی اور مدراس میں یونیورسٹیاں بنیں اور جگہ جگہ پرائمری اور مڈل اسکول کھلے، مقدمات کے لئے قانون کی کتابیں تیار ہوئیں، اور بمبئی، مدراس اور کلکتہ میں ہائیکورٹ قائم ہوئے۔ ان باتوں کے علاوہ سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء میں "انڈین کونسل ایکٹ" جاری ہوا۔ اور ملک کے انتظام میں ہندوستانیوں سے بھی رائے لی جانے لگی۔ ۱۲۷۹ھ / ۱۸۶۲ء میں کیننگ ولایت واپس گیا۔ اس کے بعد لارڈ الگن اور لارڈ لارنس دو اور وائسرائے آئے۔ ان کے زمانے ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء

میں بھوٹان سے لڑائی ہوئی، لیکن جلد ہی صلح ہو گئی، ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء میں اڑیسہ میں سخت قحط پڑا، جس سے بیس لاکھ آدمی جان سے مر گئے،

۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں لارڈ میو وائسرائے مقرر ہوا، اس کے زمانہ میں بہت سے نئے محکمے قائم ہوئے، زراعت کی طرف خاص توجہ ہوئی، اور اس غرض سے ایک پورا محکمہ کھل گیا، سانبھر نمک کا خاص انتظام بھی اسی زمانہ میں ہوا، ملک کے انتظام میں کچھ کچھ اصلاحیں ہوئیں، افغانستان سے دوستی بڑھائی گئی تاکہ روس سے اطمینان رہے، اس غرض سے امیر کابل سے بارہ لاکھ سالانہ کا وعدہ بھی کیا گیا، ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء میں لارڈ میو کالے پانی کے ایک قیدی کے ہاتھ سے مارا گیا، اور لارڈ نارتھ بروک وائسرائے مقرر ہوا، اس کے زمانے میں دیسی ریاستوں کو بھی انگریزی تعلیم کا خیال دلایا گیا، اور اجمیر میں میو کالج قائم ہو گیا، ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں نارتھ بروک ولایت واپس گیا، اور لارڈ لٹن وائسرائے بنایا گیا، اس کے زمانہ میں دہلی میں بڑا شاندار دربار ہوا، ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء جس میں ملکہ وکٹوریہ کی شہنشاہی کا اعلان کیا گیا، اسی زمانہ میں افغانستان پر قبضہ کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن نقصان کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا، ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں لارڈ رپن وائسرائے ہو کر آیا، اس نے ہندوستانیوں کا دل ہاتھ میں لینے کی کوشش کی، لارڈ لٹن کی سختیاں دور کیں، اخبارات کو آزادی دی، ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء میں میونسپلٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے نئے قانون بنے، جن سے انتظام میں رعایا کو بھی حصہ ملا، جو سوراج کا پہلا زینہ تھا، رپن نے حاکم و محکوم اور انگریز و ہندوستانی کے فرق کو دور کرنے کی کوشش کی، اس سلسلہ میں سب سے

پہلے اس نے عدالتوں کی طرف توجہ کی، اور چاہا کہ انگریزوں اور ہندوستانیوں کے معاملات ایک ہی عدالت میں طے ہونے لگیں، لیکن انگریزوں نے اسکی اتنی سخت مخالفت کی کہ قانون نہ بن سکا۔ ان کی یہ ضد ہندوستانیوں کو بہت بری لگی، اور انڈین نیشنل کانگرس کی بنیاد پڑ گئی جس کا پہلا اجلاس ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۵ء میں بمبئی میں ہوا، دادا بھائی نوروجی اس کے صدر تھے،

لارڈ رپن کے زمانہ میں افغانستان کے جھگڑے بھی ختم ہو گئے، امیر عبدالرحمن خاں سے دوستی قائم ہوئی، اور لوگوں کو آئے دن کے جھگڑوں سے نجات ملی، ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۴ء میں رپن کی مدت ختم ہو گئی، اور لارڈ ڈفرن نے انتظام اپنے ہاتھ میں لیا، اس کے زمانہ (۱۳۰۴ھ ۱۸۸۶ء) میں برما بالکل انگریزی سلطنت میں شامل کر لیا گیا، ۱۳۰۶ھ ۱۸۸۸ء میں لینسڈون وائسرائے مقرر ہوا اس کے زمانہ میں کونسلوں کی اور اصلاح ہوئی، ۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء اور ان میں ہندوستانیوں کا دخل بڑھا، اور ان کے اختیارات میں اضافہ ہوا، ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۴ء میں الگن ثانی نے کام ہاتھ میں لیا، اس زمانہ میں سرحدی پٹھانوں سے سخت لڑائیاں ہوئیں ۱۳۱۴ھ ۱۸۹۶ء میں بمبئی سے طاعون کی ابتدا ہوئی، جس نے سارے ملک میں آفت مچا دی، ۱۳۱۵ھ ۱۸۹۷ء میں ایسا سخت قحط پڑا کہ لوگ بلبلا اٹھے، ۱۳۱۷ھ ۱۸۹۹ء میں الگن ولایت واپس گیا، اور لارڈ کرزن کی وائسرائی شروع ہوئی، ۱۳۱۹ھ ۱۹۰۱ء میں ملکہ وکٹوریہ کا انتقال ہو گیا، اور شاہ ایڈورڈ ہفتم تخت پر بیٹھے ۱۳۲۱ھ ۱۹۰۳ء میں دہلی میں بڑا شاندار دربار ہوا،

کرزن کے زمانہ میں حکومت کے محکموں میں کافی اصلاحیں ہوئیں

۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء میں امدادی انجمنوں (کواپریٹیو سوسائٹی) کا کام شروع ہوا، پنجاب میں قانون قرض جاری ہوا، جس سے زمینیں مہاجنوں کے چنگل سے بچ گئیں، پرانی عمارتوں کی حفاظت کے لئے آثار قدیمہ کے نام سے ایک نیا محکمہ قائم ہوا، اس زمانہ میں ملک کے اندر کوئی لڑائی نہیں ہوئی لیکن پھر بھی قحط طاعون اور تقسیم بنگال کی وجہ سے بڑی ہلچل رہی، بنگال پہلے آسام سے بہار و اڑیسہ تک پھیلا ہوا تھا، رقبہ زیادہ ہونے کی وجہ سے لارڈ کرزن نے بنگال کے پوربی پچھمی (مشرقی مغربی) دو حصے کر دیئے، مسلمان اس تقسیم کے موافق تھے لیکن ہندو بنگالیوں نے سخت مخالفت کی اور سارے ملک میں آفت مچا دی، آخر ۱۳۲۹ھ ۱۹۱۱ء میں دہلی دربار کے موقع پر خود شاہ جارج پنجم نے اس فیصلہ کو بدل دیا، پرانا بنگال جوں کا توں رہا، آسام ایک چیف کمشنر کے سپرد ہوا، اور بہار و اڑیسہ کو ملا کر ایک نیا صوبہ بنایا گیا،

لارڈ کرزن کے آخر زمانہ میں فوجی سپہ سالار لارڈ کچنر سے ان بن ہو گئی، بات اتنی بڑھی کہ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء میں کرزن نے استعفا دیدیا، اور لارڈ منٹو وائسرائے مقرر ہوئے، اس زمانہ میں بھی بڑی ہلچل رہی، کانگرس کے علاوہ ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ بھی قائم ہو گئی، تقسیم بنگال اور بلقان و طرابلس کی لڑائیوں نے مسلمانوں میں بھی سخت جوش پیدا کر دیا، پہلے طاقت سے لوگوں کو دبانے کی کوشش کی گئی، لیکن جب یہ تدبیر نہ چل سکی تو ۱۳۲۷ھ ۱۹۰۹ء میں کچھ اور اختیارات دیئے گئے، جو وائسرائے لارڈ منٹو اور وزیر ہند لارڈ مارلے کے نام سے منٹو مارلے کے نام سے "منٹو مارلے اصلاحات" کہلاتے ہیں،

۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں لارڈ منٹو کی مدت پوری ہو گئی، اور لارڈ ہارڈنگ نے ملک کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا، اسی سال شاہ ایڈورڈ ہفتم کا انتقال ہوا، اور شاہ جارج پنجم تخت پر بیٹھے، ۱۲ دسمبر ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء کو دلی میں بڑا شاندار دربار ہوا جس میں بادشاہ نے خود بھی شرکت کی،

بڑی لڑائی

۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء میں یورپ میں بڑی سخت لڑائی شروع ہوئی جس کا اثر ساری دنیا تک پہنچا، اس جنگ میں ایک طرف جرمنی، آسٹریا اور ٹرکی وغیرہ تھے، اور دوسری طرف انگلستان، فرانس، اٹلی، روس اور امریکہ وغیرہ تھے، ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء میں لارڈ ہارڈنگ کی مدت پوری ہو گئی، اور لارڈ چیمسفورڈ وائسرائے مقرر ہوئے، ان کے زمانہ میں لڑائی کی وجہ سے ہندوستانیوں کو مطمئن رکھنے کی بڑی کوشش کی گئی، یہاں تک کہ اگست ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء میں بااختیار حکومت دینے کا اعلان کیا گیا، ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء میں جنگ ختم ہوئی، جرمنی اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی اور انگریزوں اور ان کے ساتھیوں نے جو شرطیں چاہیں منوالیں، تاوان جنگ کے علاوہ جرمنی کی فوجی طاقت بالکل کم کر دی گئی، اس کے علاقوں میں کانٹ چھانٹ کی گئی، ٹرکی کے حصے بخرے ہو گئے، اور ساری سلطنت مختلف لوگوں کو بانٹ دی گئی،

آزادی کی کوشش

اس لڑائی میں ہندوستانیوں سے آزادی کا وعدہ کیا گیا تھا، لیکن جنگ کے بعد جب یہ وعدہ پورا نہ ہوا تو سارے ملک میں ناراضی پھیل گئی، ادھر ترکوں کی تباہی سے مسلمان بھی سخت ناخوش تھے، ملک کے قومی رہنماؤں نے سارے ہندوستان کا دورہ کیا، ہندو مسلمانوں میں میل ہوا، گاؤں گاؤں کانگرس اور خلافت کمیٹیاں قائم ہوئیں، اور "ترک موالات" کی تحریک نے انگریزوں کے چھکے چھڑا دیئے، حکومت نے پہلے طاقت سے دبانے کی کوشش کی لیکن جب زور بڑھتا ہی گیا تو کچھ اور نئے اختیارات دیئے گئے، جو "مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات" کے نام سے مشہور ہیں لیکن یہ تدبیر بھی ناکام رہی، ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء میں چیمسفورڈ واپس گئے اور ان کی جگہ لارڈ ریڈنگ بھیجے گئے ملک میں ترک موالات کی تحریک ابھی جوش سے جاری تھی، لارڈ ریڈنگ نے بڑی سختی سے کام لیا، چھوٹے بڑے تمام لیڈر گرفتار کر لئے گئے، اور قیدیوں سے جیلیں بھر گئیں، مگر لوگوں کے جوش کا اب بھی وہی حال تھا، آخر وہی پرانا حربہ کام آیا، ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۴ء میں شدھی سنگٹھن کا قصہ شروع ہوا، اور ہندو مسلمانوں کی پرانی عداوتیں پھر تازہ ہو گئیں، یہ تدبیر کامیاب ہوئی، اور ایسی کہ آج پندرہ سولہ برس کے بعد بھی وہی حال ہے، اور ہندو مسلمان دن بہ دن ایک دوسرے سے دور ہوتے جاتے ہیں،

اپریل ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۶ء میں لارڈ ریڈنگ کا زمانہ ختم ہو گیا، اور لارڈ ارون

وائسرائے مقرر ہوئے، ان کے زمانہ میں آزادی کی تحریک نے پھر زور پکڑا تو سرجان سائمن کی صدارت میں انگلستان سے ایک کمیشن آیا (۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء) تاکہ لوگوں سے مل جل کر حالات کا پتہ لگائے اور ہندوستانیوں کو کچھ اور اختیار دیکر ان کے جوش کو ٹھنڈا کیا جائے، لیکن سارے ملک نے اس کمیشن کا بائیکاٹ کیا، اسی زمانہ میں کانگریس نے ہندوستان کی تمام جماعتوں کا ایک جلسہ (آل پارٹیز کانفرنس) کیا، تاکہ سب کی صلاح سے ملک کا دستور تیار کیا جائے، (اگست ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء) اس جلسہ نے ایک دستور منظور کیا، "جو نہرو رپورٹ" کے نام سے مشہور ہے، لیکن ملک کی بعض جماعتوں نے اسے ناپسند کیا، آخر ۱۳۴۸ھ ۱۹۲۹ء میں لاہور کانگریس نے کامل آزادی کی تجویز منظور کر کے یہ جھگڑا ختم کر دیا،

چند مہینوں کے بعد "سول نافرمانی" کی تحریک شروع ہوئی، حکومت نے بھی سختی سے کام لیا، لیکن جب اس سے کچھ نہ ہوا تو ۱۳۴۹ھ ۱۹۳۰ء میں لندن میں گول میز کانفرنس ہوئی جس میں کچھ ہندوستانی بھی شریک کئے گئے، لیکن کانگریس نے اس میں کوئی حصہ نہیں لیا، بلکہ بدستور "سول نافرمانی" کی لڑائی لڑتی رہی، آخر لارڈ ارون نے ملکی راہنماؤں سے مل کر صلح کر لی، اور تمام قیدی چھوڑ دیئے گئے، (مارچ ۱۳۵۰ھ ۱۹۳۱ء)

اپریل ۱۳۵۰ھ ۱۹۳۱ء میں لارڈ ارون کی جگہ لارڈ ولنگڈن وائسرائے ہو کر آئے، اسی سال دوسری گول میز کانفرنس ہوئی، اب کی کانگریس بھی اس میں شریک ہوئی، ابھی کانفرس کا کوئی نتیجہ نکلنے نہ پایا تھا کہ ہندوستان میں پھر

سول نافرمانی شروع ہوگئی، (۱۳۵۱ھ ۱۹۳۲ء) جس کا سلسلہ ڈیڑھ برس کے قریب جاری رہا، لارڈ ولنگڈن نے بڑی سختی سے کام لیا، لاکھوں آدمی جیل میں بھر دیئے گئے، آخر ۱۵ مئی (۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء) کو گاندھی جی قید سے چھوٹے، تھوڑے دنوں میں دوسرے لیڈر رہا ہوئے، اور ملک میں پھر چہل پہل شروع ہوگئی، (۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء) میں پارلیمنٹ نے ہندوستان کے لئے نیا قانون منظور کیا، جس کے مطابق صوبوں کو آزادی دی گئی، وزیروں کے اختیارات بڑھائے گئے، اور بہت بڑی آبادی کو رائے (ووٹ) دینے کا حق دیا گیا، اور اسی کے مطابق (۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷ء) میں مختلف صوبوں میں ہندوستانی وزارتیں بنیں، ڈھائی سال کے بعد یہ مستعفی ہوگئیں،

دوسری بڑی لڑائی

ابھی نئے قانون کے مطابق صوبوں میں با اختیار حکومتیں بنے ہوئے دو ہی سال ہوئے تھے کہ یورپ میں ایک نئی لڑائی چھڑ گئی جو آگے چل کر اتنی بڑھی کہ ساری دنیا اسکی لپیٹ میں آگئی، یہ لڑائی اتنی سخت تھی کہ لوگ اس کے مقابلہ میں پہلی بڑی لڑائی کو بھول گئے، اس مرتبہ اٹلی اور جاپان کی حکومتوں نے جرمنوں کا ساتھ دیا، انگریزوں کے ساتھ فرانس امریکہ اور روس کی حکومتیں تھیں، انگریزوں نے ہندوستان کو بھی لڑائی میں شریک کر دیا، انکی یہ بات ہندوستانیوں کو اچھی نہیں لگی، کہ صوبوں کی حکومتوں، مرکزی اسمبلی، سیاسی پارٹیوں اور قومی رہنماؤں سے پوچھے بغیر اتنے بڑے جھگڑے میں ہندوستان کو ڈالدیا، لیکن انگریزوں نے اس ناگواری کی کوئی

پرواہ نہ کی اور فوجی طاقت کے زور پر ہندوستان سے آدمی اور سامان میدانِ جنگ میں بھیجنے لگے،

پوری آزادی کا مطالبہ

ان کی اس روش سے ناراض ہو کر آٹھ صوبوں کی کانگریسی وزارتوں نے استعفے دے دیئے، سنہ ۱۹۴۰ء میں رام گڈھ میں مولانا ابوالکلام آزاد کی صدارت میں کانگریس کا سالانہ جلسہ ہوا، اس جلسہ میں انگریزوں کے طرز عمل کے خلاف تجویز منظور کی گئی اور اعلان کیا گیا کہ ہندوستان مکمل آزادی چاہتا ہے، جنگ کی وجہ سے انگریزوں کی سختیاں بہت بڑھ گئی تھیں اسلئے کسی بڑی مخالفانہ جدوجہد کا موقع نہ تھا، مگر اس پر خاموش رہنا بھی مناسب نہ تھا، اسلئے گاندھی جی کے مشورہ سے انفرادی سول نافرمانی کا سلسلہ شروع کیا گیا، کسی مجمع میں کوئی ایک آدمی کھڑا ہو کر جنگ کے خلاف تقریر کرتا تھا یا نعرہ لگاتا تھا اور گرفتار ہو جاتا تھا، اس طرح ہزاروں آدمی پکڑ کر جیل میں بند کر دیئے گئے، مگر آزادی کا جذبہ بڑھتا گیا

آزاد ہند فوج

مارچ سنہ ۱۹۴۲ء میں جاپان نے برما فتح کر لیا، اور اسکے ہوائی جہاز ہندوستان تک پہنچنے لگے، کلکتہ اور آسام کے سرحدی مقامات پر بم بھی گرے اسطرح لڑائی ہندوستان تک پہنچ گئی، بنگال کے نامور لیڈر سوبھاش چندر بوس انگریزوں کی قید سے کسی طرح نکل کر ملک کے باہر چلے گئے تھے، برما میں انھوں نے بہت سے

محب وطن نوجوانوں کی مدد سے آزاد ہند فوج بنائی، اور آزاد ہندوستانی حکومت قائم کی، انھوں نے جاپانیوں سے سمجھوتہ کر لیا تھا کہ فتح کے بعد ہندوستان کی حکومت ہندوستانیوں کے ہاتھ میں ہوگی،

ہندوستان چھوڑ دو

سوباش بابو کی ان کوششوں کے ساتھ ملک کے اندر بھی آزادی کی جدوجہد تیز ہوتی جارہی تھی، اگست ۱۹۴۲ء میں کانگریس نے یہ تجویز منظور کی کہ انگریز ہندوستان کو خالی کر دیں اور ہر جگہ "انگریزو! ہندوستان چھوڑدو" کے نعرے لگنے لگے، حکومت بھی سختی پر تل گئی، اور اس تحریک کو کچلنے کیلئے پورا زور لگا دیا، بڑے بڑے لیڈروں کے علاوہ لاکھوں وطن دوست ہندوستانی گرفتار ہوئے، اور ہزاروں کو زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا، مگر ہندوستانیوں نے ہمت نہیں ہاری، اور برابر آزادی کی لڑائی لڑتے رہے، انگریزوں نے ہندو مسلم اختلافات کی آڑ لینی چاہی، مگر آزادی کی تڑپ کے سامنے کوئی تدبیر کامیاب نہ ہو سکی اور ملک کو غلامی سے چھڑانے کی جدوجہد برابر جاری رہی،

لڑائی کا خاتمہ اور آزادی کی بات چیت

اپریل ۱۹۴۵ء میں جرمنی کو شکست ہوئی، اٹلی پہلے ہی ہار چکا تھا، ۱۹۴۵ء میں جاپان نے بھی امریکہ کے ایٹم بم کے سامنے ہتھیار

ڈال دیئے، اس طرح کئی برس کی خونریزی کے بعد دوسری بڑی لڑائی ختم ہوئی، انگریز لڑائی جیت تو گئے مگر بے دم ہو چکے تھے، چھ سال کی جنگ نے ان کو بے حد تھکا دیا تھا، اب وہ کسی دوسری لڑائی کے لئے تیار نہ تھے، آزاد ہند فوج کا حال سن چکے ہو ان کی مثال دوسرے فوجی نوجوانوں کو بھی متاثر کر رہی تھی، اور اب انگریزوں کو یہ امید نہ رہ گئی تھی کہ ہندوستانی سپاہی ہندوستان کو غلام بنائے رکھنے میں ان کا حکم بجا لاتے رہیں گے، دوسری طرف یہ نظر آرہا تھا کہ ہندوستانی آزادی کے مطالبہ سے پیچھے نہیں ہٹیں گے، ۱۹۴۲ء کی "ہندوستان چھوڑ دو" تحریک کا نتیجہ سامنے تھا، دنیا کے حالات بھی آزادی کے موافق تھے، اس لئے انگریز مجبور ہوئے کہ ہندوستانیوں سے صلح کریں گاندھی جی، مولانا ابوالکلام آزاد، پنڈت جواہر لال نہرو اور دوسرے لیڈر جیلوں سے رہا کئے گئے، اور صلح کی بات چیت شروع ہو گئی،

برطانوی وفد

عرصہ تک باتیں ہوتی رہیں، وائسرائے کے علاوہ برٹش پارلیمنٹ کی طرف سے سر اسٹیفرڈ کرپس کی سرکردگی میں ایک وفد بھی ہندوستان بھیجا گیا، ہندو مسلم اختلاف اب بھی آزادی کی راہ میں رکاوٹ بن رہا تھا، انگریزوں نے اپنی حکومت کے زمانہ میں ان دونوں قوموں کو ایک دوسرے سے اتنا بدظن کر دیا تھا کہ طرح طرح کے وسوسے پیدا ہوتے تھے، آزادی کی خواہش تو سب کو تھی، مگر آزادی کے بعد ملک کا انتظام

کس طرح ہو اس پر کوئی سمجھوتہ نہ ہو پایا، تھا، مسلم لیگ نے مطالبہ کیا کہ مسلم اکثریت کے علاقوں کو ہندوستان سے الگ کر کے پاکستان کے نام سے ایک نئی سلطنت بنائی جائے، کانگریس کی خواہش تھی کہ ملک تقسیم نہ ہو آزادی کی لڑائی میں حصہ لینے والے بہت سے مسلمان راہنماؤں کا بھی یہی خیال تھا، وہ سمجھتے تھے کہ تقسیم سے لوگوں کو بے حد نقصان پہونچے گا، اور ایسی الجھنیں پیدا ہو جائیں گی جن کو سلجھانے میں عمریں صرف ہو جائیں گی، مولانا ابوالکلام آزاد نے خاص طور سے کوشش کی کہ ملک کا بٹوارہ نہ ہو، اور ہندوستان میں وفاقی طرز کی حکومت بنائی جائے جس میں صوبے اپنے معاملات میں خود مختار ہوں، اور مرکزی حکومت کے سپرد وہی معاملات ہوں جن کا سارے ملک سے ہو، برطانوی وفد سر اسٹیفرڈ کرپس اور ان کے ساتھی بھی اس پر راضی تھے، مسلم لیگ کو مطمئن کرنے کے لئے انھوں نے C.B.A. کے نام سے صوبوں کے تین گروپ بنا دیئے تھے، ان گروپوں کو یہ بھی اختیار دیا تھا کہ اگر وہ وفاق سے الگ ہونا چاہیں تو الگ ہو سکتے ہیں،

ملک کا بٹوارہ

یہ گروپ بندی مسلمانوں کے لئے بہت مفید تھی، اس لئے امید تھی، کہ مسلم لیگ بھی اس پر راضی ہو جائے گی اور ملک تقسیم کی مصیبت سے بچ جائے گا، مگر انگریزی حکومت نے نوے برس تک اختلافات

کے بیج دلوں میں بوئے تھے ان کی جڑیں کسی طرح نہ کٹ سکیں، اور آپس میں بھروسہ کی جگہ نئے نئے شک پیدا ہوتے رہے، جب ملک کو متحد رکھنے کی تمام کوششیں ناکام ہوگئیں، تو کانگریس بھی ملک کے بٹوارے کو ماننے پر مجبور ہوگئی، اس طرح ایک ملک کے دو حصے ہوگئے اور پاکستان کے نام سے مغربی پنجاب، سندھ، بلوچستان، سرحد اور مشرقی بنگال کی ایک علیحدہ سلطنت بن گئی،

آزاد ہندوستان

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان آزاد ہوا، اور آزادی کے بعد کچھ عرصہ تک تو نوآبادیاتی حکومتوں کی طرح حکومت برطانیہ کی طرف سے گورنر جنرل مقرر ہوتا رہا لیکن ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء کو ہندوستان نے ایک مکمل آزاد جمہوری حکومت کی شکل اختیار کی، ڈاکٹر راجندر پرشاد اس کے پہلے صدر اور پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم منتخب ہوئے،

ملک کی تقسیم سے قومی رہنماؤں کو جو خطرے تھے وہ صحیح ثابت ہوئے، اور مہینوں ایسا خون خرابہ ہوتا رہا کہ خدا کی پناہ، ان ہنگاموں میں ہزاروں آدمی مارے گئے، اور کروڑوں گھر سے بے گھر ہوگئے، اور ایسی الجھنیں پیدا ہوئیں کہ جن کو سلجھانے میں مدتیں لگ گئیں، مگر اب تک پریشانیوں کا خاتمہ نہیں ہوا لیکن ان مشکلوں کے باوجود ملک کو آگے بڑھانے کی جدو

جدبرابر جاری ہے، ترقی کے تین منصوبے پورے ہو چکے ہیں اور اب
چوتھا پنج سالہ منصوبہ شروع ہونے والا ہے، گو اب مہاتما گاندھی، مولانا
ابوالکلام آزاد، اور پنڈت جواہر لال نہرو موجود نہیں ہیں، لیکن ان کے عقیدت
مند برابر کام میں لگے ہیں، اور اندر اور باہر کی بہت سی پریشانیوں کے
باوجود ملک کو ترقی کی راہ میں آگے بڑھا رہے ہیں، اس وقت جمہوریہ
ہند کے صدر ڈاکٹر رادھا کرشنن، نائب صدر ڈاکٹر ذاکر حسین خاں اور
وزیر اعظم جناب لال بہادر شاستری ہیں،